حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ

کے

سو قصے

LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U143461

297.64
H46H

مولانا محمد اویس سرور

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ

کے

۱۰۰ سو قصّے

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

مؤلف

مولانا محمد اویس سرور

فرید بُک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
NEW DELHI-110002

TEXT BOOK SECTION

LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U143461

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : حضرت بلال حبشیؓ کے سو(۱۰۰) قصے

مؤلف : مولانا محمد اویس سرور

سن طباعت اول : 2012ء

JAMIA HAMDARD
ACC U.143461
07.12.2013
CENTRAL LIBRARY NEW DELHI

باہتمام: محمد ناصر خان

297.64
H46H

ناشر

فرید بک ڈپو (پرائیوٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off. :
2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Phone : 23289786, 23289159 Fax : 23279998

Hazrat Bilal Habshi (R.A.) Ke 100 Qissey

Author :
Maulana Muhammad Uwais Sarwar

Edition : 2012

Our Branches :
Delhi : Farid Book Depot (P) Ltd.
422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Ph. : 23256590

Mumbai : Farid Book Depot (P) Ltd.
216-218, Sardar Patel Road, Near Khoja Qabristan,
Dongri, Mumbai-400009 Ph. : 022-23731786, 23774786

Printed at : Farid Enterprises, Delhi-2

فہرست مضامین

نمبر شمار	فہرست عنوانات	
	مقدمہ	۱۱
۱	(قصہ ۱) ﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی ملاقات﴾	۱۹
۲	(قصہ ۲) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ، اسلام کی آغوش میں﴾	۲۰
۳	(قصہ ۳) ﴿ایک آزاد اور ایک غلام﴾	۲۲
۴	(قصہ ۴) ﴿ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں﴾	۲۳
۵	(قصہ ۵) ﴿"بہار ہو کہ خزاں، لا الہ الا اللہ"﴾	۲۴
۶	(قصہ ۶) ﴿کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے﴾	۲۶
۷	(قصہ ۷) ﴿وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے﴾	۲۸
۸	(قصہ ۸) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آزادی﴾	۲۸
۹	(قصہ ۹) ﴿"میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی ہوں"﴾	۳۱
۱۰	(قصہ ۱۰) ﴿عورتوں کا صدقہ﴾	۳۱
۱۱	(قصہ ۱۱) ﴿جنت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ﴾	۳۲
۱۲	(قصہ ۱۲) ﴿سردی کے اثر کا چلے جانا﴾	۳۲
۱۳	(قصہ ۱۳) ﴿رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی عظمت﴾	۳۳
۱۴	(قصہ ۱۴) ﴿"بہترین بلال رضی اللہ عنہ"﴾	۳۳

۱۵	(قصہ ۱۵) ﴿حضرت عمر ؓ کا غصہ﴾	۳۴
۱۶	(قصہ ۱۶) ﴿حضور ﷺ کے ولیمہ میں حضرت بلال ؓ کی خدمت﴾	۳۴
۱۷	(قصہ ۱۷) ﴿حضرت بلال ؓ کا روزہ﴾	۳۵
۱۸	(قصہ ۱۸) ﴿حضور ﷺ کی اشکبار آنکھیں﴾	۳۵
۱۹	(قصہ ۱۹) ﴿شیر کا سلام سیدنا بلال ؓ کے نام﴾	۳۷
۲۰	(قصہ ۲۰) ﴿حضرت بلال ؓ، دربانِ رسول ﷺ﴾	۳۸
۲۱	(قصہ ۲۱) ﴿حضور ﷺ کا نیزہ﴾	۳۹
۲۲	(قصہ ۲۲) ﴿حضرت بلال ؓ کا بخار﴾	۳۹
۲۳	(قصہ ۲۳) ﴿حضرت بلال ؓ، تاریخ اسلام کے پہلے مؤذن﴾	۴۲
۲۴	(قصہ ۲۴) ﴿اذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی﴾	۴۳
۲۵	(قصہ ۲۵) ﴿حضرت بلال ؓ، مقام ابطح میں﴾	۴۵
۲۶	(قصہ ۲۶) ﴿غزوہ خیبر کا ایک واقعہ﴾	۴۵
۲۷	(قصہ ۲۷) ﴿حضرت بلال ؓ کی ہجرتِ مدینہ﴾	۴۷
۲۸	(قصہ ۲۸) ﴿حضرت بلال ؓ کی دعائے سحر﴾	۴۷
۲۹	(قصہ ۲۹) ﴿اے بلال! خرچ کر......!﴾	۴۸
۳۰	(قصہ ۳۰) ﴿عید الفطر کے دن......!﴾	۴۹
۳۱	(قصہ ۱۳) ﴿حضور ﷺ کے اخراجات کی صورت﴾	۵۰

۳۲	(قصہ ۳۲) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایک انوکھی فضیلت﴾	۵۴
۳۳	(قصہ ۳۳) ﴿شانِ بلال رضی اللہ عنہ میں آیت قرآنی کا نزول﴾	۵۴
۳۴	(قصہ ۳۴) ﴿اللہ تعالیٰ کے یہاں نادار مسلمانوں کا رتبہ﴾	۵۶
۳۵	(قصہ ۳۵) ﴿انہیں دیکھے کوئی میری نظر سے﴾	۵۸
۳۶	(قصہ ۳۶) ﴿حضرت سعد قرظ رضی اللہ عنہ کی فراست﴾	۵۹
۳۷	(قصہ ۳۷) ﴿فجر کی سنتیں اور ان کی فضیلت﴾	۵۹
۳۸	(قصہ ۳۸) ﴿حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اونٹ﴾	۶۰
۳۹	(قصہ ۳۹) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور آل بیت سے محبت﴾	۶۱
۴۰	(قصہ ۴۰) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شادی کا قصہ﴾	۶۲
۴۱	(قصہ ۴۱) ﴿بنو ابی بکیر کی خاتون سے نکاح﴾	۶۳
۴۲	(قصہ ۴۲) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ہند نامی خاتون سے نکاح﴾	۶۴
۴۳	(قصہ ۴۳) ﴿"بلال کو ناراض مت کرو"﴾	۶۴
۴۴	(قصہ ۴۴) ﴿اذان حبشہ والے لے گئے﴾	۶۵
۴۵	(قصہ ۴۵) ﴿غزوۂ بدر میں شرکت﴾	۶۵
۴۶	(قصہ ۴۶) ﴿دشمنِ بلال رضی اللہ عنہ، امیہ بن خلف کا انجام﴾	۶۷
۴۷	(قصہ ۴۷) ﴿نماز نیند سے بہتر ہے﴾	۶۹
۴۸	(قصہ ۴۸) ﴿"یارسول اللہ! نماز"﴾	۶۹

۴۹	(قصہ ۴۹) ﴿سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شادی اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ﴾	۷۰
۵۰	(قصہ ۵۰) ﴿سیدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرتے ہیں﴾	۷۲
۵۱	(قصہ ۵۱) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں﴾	۷۳
۵۲	(قصہ ۵۲) ﴿غزوہ بنو قریظہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ﴾	۷۴
۵۳	(قصہ ۵۳) ﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نصیحت﴾	۷۶
۵۴	(قصہ ۵۴) ﴿عمرۃ القضاء میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذانیں﴾	۷۷
۵۵	(قصہ ۵۵) ﴿"بلال کامیاب ہوئے"﴾	۷۹
۵۶	(واقعہ: ۵۶) ﴿رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص ساتھی﴾	۷۹
۵۷	(قصہ ۵۷) ﴿وفد بنی عامر کی خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری﴾	۸۰
۵۸	(قصہ ۵۸) ﴿وفد بنو ثقیف کی آمد﴾	۸۱
۵۹	(قصہ ۵۹) ﴿حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی دعوت﴾	۸۴
۶۰	(قصہ ۶۰) ﴿وفد صداء کی حاضری﴾	۸۴
۶۱	(قصہ ۶۱) ﴿مہمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت﴾	۸۵
۶۲	(قصہ ۶۲) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ چاندی تقسیم کرتے ہیں﴾	۸۶
۶۳	(قصہ ۶۳) ﴿بام کعبہ پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان﴾	۸۶
۶۴	(قصہ ۶۴) ﴿حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾	۸۷
۶۵	(قصہ ۶۵) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت﴾	۸۸
۶۶	(قصہ ۶۶) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ایک اعزاز﴾	۸۹
۶۷	(قصہ ۶۷) ﴿فدک کا غلہ﴾	۹۰

۶۸	(قصہ ۶۸) ﴿برنی کھجوریں﴾	۹۰
۶۹	(قصہ ۶۹) ﴿نمازوں کے اوقات﴾	۹۱
۷۰	(قصہ ۷۰) ﴿گرمی کی شدت، جہنم کا سانس﴾	۹۱
۷۱	(قصہ ۷۱) ﴿رمضان کا چاند﴾	۹۲
۷۲	(قصہ ۷۲) ﴿"اللہ ابوبکر پر رحم فرمائے"﴾	۹۲
۷۳	(قصہ ۷۳) ﴿خانہ کعبہ کی چابیاں﴾	۹۳
۷۴	(قصہ ۷۴) ﴿حضرت بلال ﷜ غزوۂ حنین میں﴾	۹۵
۷۵	(قصہ ۷۵) ﴿"میرا موذن بلال"﴾	۹۵
۷۶	(قصہ ۷۶) ﴿حضرت بلال ﷜ کی کھجوروں میں برکت﴾	۹۶
۷۷	(قصہ ۷۷) ﴿وادی بطحاء میں اذان﴾	۹۷
۷۸	(قصہ ۷۸) ﴿اذان کا ثواب﴾	۹۷
۷۹	(قصہ ۷۹) ﴿حضرت بلال ﷜ حجۃ الوداع کے موقع پر﴾	۹۸
۸۰	(قصہ ۸۰) ﴿حضرت بلال ﷜ وصال رسول ﷺ سے کچھ دیر قبل﴾	۱۰۲
۸۱	(قصہ ۸۱) ﴿کل کی بات﴾	۱۰۴
۸۲	(قصہ ۸۲) ﴿سب سے بہتر اذان﴾	۱۰۵
۸۳	(قصہ ۸۳) ﴿جنت البقیع میں......﴾	۱۰۶
۸۴	(قصہ ۸۴) ﴿آخری دیدار﴾	۱۰۶
۸۵	(قصہ ۸۵) ﴿وصال حبیب ﷺ کے بعد پہلی اذان﴾	۱۰۷
۸۶	(قصہ ۸۶) ﴿چھپ گئے آپ کہاں حشر یہ برپا کر کے﴾	۱۰۸

۸۷	(قصہ ۸۷) ﴿سینے سے لگالو دیوانوں یہ درد بمشکل ملتا ہے﴾	۱۰۹
۸۸	(قصہ ۸۸) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور جہاد کی تیاریاں﴾	۱۱۰
۸۹	(قصہ ۸۹) ﴿نگاہِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں مقام بلال رضی اللہ عنہ﴾	۱۱۰
۹۰	(قصہ ۹۰) ﴿نگاہِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں مقامِ بلال رضی اللہ عنہ﴾	۱۱۲
۹۱	(قصہ ۹۱) ﴿بیت المقدس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان﴾	۱۱۳
۹۲	(قصہ ۹۲) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جرأت و بہادری﴾	۱۱۴
۹۳	(قصہ ۹۳) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آخری اذان﴾	۱۱۹
۹۴	(قصہ ۹۴) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ذکر، قرآن مجید میں﴾	۱۲۰
۹۵	(قصہ ۹۵) ﴿خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا﴾	۱۲۱
۹۶	(قصہ ۹۶) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ دربار فاروقی رضی اللہ عنہ میں﴾	۱۲۲
۹۷	(قصہ ۹۷) ﴿راہِ خدا میں مال خرچ کرو!﴾	۱۲۳
۹۸	(قصہ ۹۸) ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے محبت﴾	۱۲۵
۹۹	(قصہ ۹۹) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خطبہ جہاد﴾	۱۲۶
۱۰۰	(قصہ ۱۰۰) ﴿شبِ قدر﴾	۱۲۶
۱۰۱	(قصہ ۱۰۱) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا سفر آخرت﴾	۱۲۷

مقدمہ

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا　　حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی ہے اس سے تیرے غمکدے کی آبادی　　تیری غلامی پہ صدقے ہزار آزادی
وہ آستان نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے　　کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں　　ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

ستم ہے شوق کی آتش کو مثل موج ہوا
خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

دین اسلام کا بنیادی مقصد لوگوں کو سیدھے راستہ کی راہ نمائی فراہم کرنا اور انہیں باطل کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں سے نکال کر حق کی دیدہ زیب روشنیوں میں لانا قرار دیا گیا ہے، اس کے نتیجہ میں انہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے سرفراز کرنا، سعادت دائمی کا حامل بنانا اور ایک صالح اور یکتا معاشرہ کا قیام اسلامی نظریہ حیات ہے۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ کے مقصد بعثت کو اس تعبیر قرآنی کے ساتھ واضح کر دیا:

﴿هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (۱)

"وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا جو اُن کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس

(۱) الجمعة: ۲

سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے"

لہٰذا لوگوں کو توحید و عبادت الٰہی کی طرف دعوت دینا، ان کے نفوس کا تزکیہ کرنا اور مزاج انسانی اور معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہر چیز کو مٹانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد رسالت قرار دیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر دن رات ترویج اسلام کے لئے جدوجہد فرمائی، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی لاثانی قربانیوں، مخلصانہ جدوجہد اور للّٰہیت سے بھرپور محنت ودعوت کو قبول فرمایا اور ایک مبارک جماعت کو کھڑا کیا جو مقصد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر حرکت میں آئی اور روئے زمین کے چپہ چپہ تک پیغام حق کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پر انوار نے ان مقدس ہستیوں میں وہ بجلیاں بھر دی تھیں کہ قیصر و کسریٰ کے بالاخانوں میں ان کا رعب اور ہیبت محسوس کی جاسکتی تھی۔

اس جماعت پیغمبر کے تربیت یافتہ افراد نے دین حنیف کی آبیاری کے لئے نفس و نفیس کو قربان کیا اور پرچم اسلام کو کفر کے قلعوں میں گاڑ کر ہی دم لیا۔ یہ حضرات اپنے تن من دھن کو اللہ کے دین کے لئے لٹاتے رہے اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ایسے جانثار اور وفادار ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی کو ایسے ساتھی میسر نہیں آئے۔ ان حضرات کی محنت و برکت سے اسلام ایک ایسا دریا ثابت ہوا جس سے اٹھنے والی موج تند جولاں سے نہنگوں کے نشیمن تہ و بالا ہوتے چلے گئے۔

جونہی ایمان نے ان کے قلوب میں جگہ پکڑی یہ خدائے وحدہ لاشریک لہ پر یقین محکم کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوتے چلے گئے اور قرآن کی زبانی ان کی عظمت کے نغمے گونجنے لگے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (۱)

---

(۱) التوبة: ۱۰۰

''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے''

ایک جگہ یوں عدالت وعظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعلان ہوتا ہے:

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾(۱)

''لیکن اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کو ایک محبوب چیز بنادیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجادیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کردیا، یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں''

یہ ارشاد ربانی بھی ملاحظہ ہو:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ﴾(۲)

''محمد خدا کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سربسجود ہیں اور خدا کا فضل

(۱) الحجرات: ۷

(۲) الفتح: ۲۹

اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں، (کثرت) سجود کی وجہ سے
ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف
تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں"

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
ہو رزم حق و باطل تو فولاد ہے مومن

ہر مسلمان کے لئے اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنانا اور ان کے نشان قدم کی پیروی کرنا لازم قرار دیا گیا، ہم پر لازم ہیں کہ ہم حکمت صدیق اکبر، پختگی فاروق، حیاء عثمان، علم علی، نرمی حسن، مضبوطی حسین، سیاست معاویہ، شجاعت حمزہ، تقویٰ معاذ، یقین عباس، تفقہ ابن مسعود، توکل ابوہریرہ، زہد ابی ذر، سخاوت عبدالرحمٰن، عبادت ابن عمر، تواضع انس، صدق حذیفہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہر خوبی کو اپنی زندگیوں میں زندہ کریں۔

اتباع صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنانے کے لئے مسلمان کو جن اسباب کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات وسیرت کا مطالعہ ہے۔ یہ مطالعہ ہمیں ایسے خلفاء، علماء، قضاۃ، حکماء اور بہادر لوگوں کے تذکرہ اور حالات سے روشناس کراتا ہے جن کے دل نور ایمانی سے روشن، جن کی جبیں سجود عاشقانہ سے مزین، جن کے دل محبت رسول سے سرشار، جن کی زبانیں ذکر الٰہی سے معمور اور جن کے اعضاء اطاعت الٰہی میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کی روشنی کا مینار اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((أَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ))(۱)

"میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی اقتداء کرو

---

(۱) جامع الأصول من أحاديث الرسول (۱/۶۴۵۳)، رقم الحديث: ۶۳۶۹، مجمع الزوائد (۷/۲۰۲-۲۰۳)، سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد (۱۱/۴۸۸)، مشكاة المصابيح، رقم الحديث: ۶۰۰۹ (۳/۳۱۰)، كشف الخفاء، رقم الحديث: ۳۸۱ (۱/۱۳۲)

گے ہدایت پا جاؤ گے"

اس کتاب میں سرکار دو عالم ﷺ کے ایک جلیل الشان صحابی حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ کے سو قصوں کو حدیث و سیر کی مستند ترین کتابوں سے جمع کیا گیا ہے۔ اس میں ان تمام پہلوؤں کو سامنے لانے کی بھرپور کوشش کی گئی جو کسی نہ کسی انداز میں پڑھنے والوں کے دل پر دستک دیں اور عمل کے جذبہ کو ابھارنے میں مددگار ثابت ہوں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کے انتہائی محبوب صحابی تھے، احادیث کی کتابوں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر مشتمل بہت سے روایات ملتی ہیں، ان میں سے چند ایک یہاں نقل کی جارہی ہیں:

ایک دن صبح کے وقت حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا "اے بلال! تم کس عمل کی وجہ سے مجھ سے پہلے جنت میں چلے گئے؟ آج رات میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چلنے کی آہٹ سنی"

انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! جب بھی مجھ سے گناہ ہو جاتا ہے تو میں فوراً دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھتا ہوں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹتا ہے تو میں اسی وقت فوراً وضو کر کے دو رکعت نفل (تحیۃ الوضو) پڑھتا ہوں" (۱)

ایک مرتبہ آقائے دو عالم حضرت محمد ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کھانے کی دعوت دی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "میں روزہ سے ہوں" حضور ﷺ نے فرمایا "ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال کا رزق جنت میں محفوظ ہو گیا" پھر آپ نے فرمایا:

"اے بلال! کیا تمہیں علم ہے کہ جب تک روزہ دار کے پاس کھایا

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجنہ، باب فضل الطھور باللیل و النھار، رقم:۱۰۸۱، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أم سلیم، رقم:۴۴۹۵، سنن الترمذی، کتاب المناقب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، باب فی مناقب عمر بن الخطاب، رقم:۳۶۲۲، مسند أحمد، رقم:۲۱۲۰۳ الترغیب و الترھیب (۱/ ۴۳۷)

جاتا رہے اس کی ہڈیاں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں اور فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں" (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف بیان فرما رہے تھے، اس دوران آپ نے فرمایا:

"حکومت کی بھاگ دوڑ قریش کے ہاتھ میں ہوگی، قضاء کا شعبہ انصار میں پھلے پھولے گا، اذان تو حبشہ والے لے گئے اور امانت از دیعنی یمن والوں کی خاص صفت ہے" (۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شب معراج میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے پاس سے گزرے، وہاں آپ کو کسی کی آواز سنائی دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا "یہ کس کی آواز ہے؟"

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا "یہ آپ کے مؤذن بلال کی آواز ہے"

جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا:

((أفلح بلال رأيت له كذا و كذا))

"بلال کامیاب ہوئے، میں ان کے لئے یہ یہ انعامات دیکھ آیا ہوں" (۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ احباب کا ذکر فرما رہے تھے، اس میں آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو سات خصوصی ساتھی عطا فرمائے لیکن مجھے

---

(۱) سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب في الصائم اذا اكل عنده رقم الحديث: ۱۷۳۹

(۲) سنن الترمذي، كتاب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب في فضل اليمن، رقم: ۳۸۷۱

(۳) مسند أحمد، ومن مسند بني هاشم، باب بداية مسند عبد الله بن عباس، رقم: ۲۲۱۰

چودہ خصوصی ساتھیوں سے نوازا ہے، میرے خصوصی اور انتہائی قابل اعتماد ساتھی یہ ہیں، میں (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جو کہ اس حدیث کے راوی ہیں)، میرے دونوں بیٹے (یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ) جعفر بن ابی طالب، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، مصعب بن عمیر، بلال بن ابی رباح، سلمان فارسی، مقداد، حذیفہ، عمار اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم"(۱)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کو اپنا آقا اور سردار کہتے تھے۔ چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"ابو بكر سيدنا اعتق بلالاً سيدنا"

"ابوبکر ہمارے سردار تھے اور انہوں نے ہمارے سردار بلال رضی اللہ عنہ کو (خرید کر) آزاد کیا"(۲)

قارئین سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ مرتب کی طرف سے کوئی کوتاہی سامنے آئے تو ایک طالب علم کی لغزش قلم سمجھ کر اسے معاف فرمائیں اور اگر کوئی بات فائدہ دے جائے اور عمل صالح کا ذریعہ بن جائے تو راقم کی انتہائے تمنا یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو سمجھیں، ان کی صفات کو اپنے اندر پیدا کریں اور انہی کے نقش قدم پر چلیں، اللہ ہماری زندگی سے باطل لوگوں کے باطل طریقے نکال دے اور سچے لوگوں کے نورانی طریقوں کو ہماری زندگی میں زندہ کر دے............

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

اللہ تعالیٰ بیت العلوم کی جملہ انتظامیہ اور بالخصوص محترم مولانا ناظم اشرف صاحب مدظلہٗ

---

(۱) سنن الترمذي، كتاب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، كتاب مناقب أهل بيت النبي، رقم:۳۷۲۱، مسند أحمد، رقم:۱۱۹۸

(۲) صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب مناقب بلال بن أبي رباح، رقم:۳٤۷۱

کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے واقعاتی طرز تحریر پر مشتمل سیرت نگاریوں کا ایک بہت عمدہ سلسلہ شروع کیا ہے، بیت العلوم سے اب تک بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سو سو قصے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ اشاعت خلفائے راشدین کے قصوں سے شروع ہوئی تھی لیکن قارئین کی پسندیدگی کے پیش نظر اب یہ سلسلہ کافی وسعت اختیار کر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی تمام دینی واصلاحی کاوشوں کو قبول فرمائے اور دین وعلم کی مزید خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

میں برادر محترم محمد جنید سرور سلمہ کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے اس مسودہ کی تیاری میں میری مدد کی اور اس کام کی تکمیل میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

مسافر

(قصہ ۱) ﴿حضور ﷺ سے پہلی ملاقات﴾

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لانے کے بعد تقریباً ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غارِ حرا میں تھے۔ وہاں سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا جو کہ اس زمانہ میں عبداللہ بن جدعان کی بکریاں چراتے تھے۔ یہ مکہ کے عجمی لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ اتفاق سے آپ ایک روز غارِ حرا کے پاس بکریاں چرا رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے چرواہے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟"

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "ان بکریوں میں سے سوائے ایک کے اور کسی میں دودھ نہیں ہے، اگر ارشاد ہو تو میں دودھ لا دیتا ہوں"

آپ ﷺ نے فرمایا: لے آؤ"

چنانچہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے بکری کو پکڑ کر اپنے برتن ہی میں دودھ دوہا اور آپ ﷺ کو پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دودھ نوش فرمایا یہاں تک کہ آپ سیر ہو گئے۔ وہ بکری کافی دودھ دینے والی تھی، اس لئے پھر اس کا دودھ دوہا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پلایا وہ بھی سیر گئے۔ اب رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا "میں اللہ کا رسول ہوں، تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "میں آپ ﷺ کے دین کو اچھا پاتا ہوں"

پھر بلال رضی اللہ عنہ بکریاں لے کر مکہ آ گئے۔ رات بھر میں اس بکری کا دودھ اور زیادہ ہو گیا۔ بلال رضی اللہ عنہ کے مالک نے کہا "کیا تو نے اس کو بہت تر و تازہ جگہ پر چرایا ہے؟"

بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو تو کوئی جواب نہ دیا لیکن وہ آپ کی ملاقات اور آپ ﷺ کے دین سے بہت زیادہ متاثر ہو چکے تھے بلکہ آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم کر چکے تھے انہوں نے دل میں خیال کیا کہ دو چار روز وہیں چل کر بکریوں کو چرانا چاہیے تا کہ ایک تو ان دونوں کو روز دودھ پلایا جائے دوسرے اسلام کی تعلیمات حاصل کی جائیں۔ چنانچہ وہ مسلسل تین روز

وہاں بکریاں لاکر آپ کو دودھ پلاتے اور آپ ﷺ سے دین کی تعلیم بھی حاصل کرتے رہتے۔ جب چوتھا روز ہوا تو ابوجہل اتفاقاً عبداللہ بن جدعان کے یہاں سے گزرا۔ اس نے عبداللہ سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری بکریاں خوب موٹی ہو رہی ہیں اور ان کا دودھ بھی زیادہ ہو گیا ہے اور تمہیں علم نہیں۔ ابوجہل نے یہ بھی کہا "تمہارے غلام ابن ابی کبشہ (قریش حضور ﷺ کو اس نام سے یاد کرتے تھے) کا مکان جانتے ہیں تم ان کو منع کر دو کہ وہاں بکریاں نہ چرائیں" چنانچہ اس نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اس چراگاہ سے بکریاں چرانے سے منع کر دیا۔(۱)

(قصہ۲) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ، اسلام کی آغوش میں﴾

نبی پاک ﷺ سے ملاقات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اسلام داخل ہو چکا تھا۔ توحید خداوندی کا جذبہ موجزن ہو چکا تھا چنانچہ ایک روز وہ کعبہ میں داخل ہوئے اور کئی ایک قریش بھی آپ کے پیچھے تھے جن کو آپ نے نہ دیکھا تھا۔ ادھر ادھر دیکھا تو آپ کو کوئی کافر نظر نہ آیا۔ آپ نے بتوں کے پاس جا کر ان پر تھوکنا شروع کر دیا اور فرماتے جاتے تھے:

"جس نے بھی تمہاری عبادت کی اور پوجا کی وہ نقصان اور خسارے میں رہا"

اچانک قریشی کافر وہاں نکل آئے۔ قریش نے جب یہ منظر دیکھا تو آپ کو پکڑنے کی بہت کوشش کی لیکن آپ وہاں سے بھاگ آئے اور ان کے ہاتھ نہ آئے، حتیٰ کہ آپ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں داخل ہو کر چھپ گئے۔ لوگ آپ کے تعاقب میں تھے کیوں کہ وہ اپنے بتوں کی یہ توہین برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ لوگوں نے عبداللہ بن جدعان کے گھر پہنچ کر دستک دی۔ عبداللہ باہر نکلا تو لوگوں نے اس سے کہا "کیا تو صابی ہو گیا ہے؟" (جب کوئی مسلمان ہو جاتا تو عرب اس کو صابی کہتے، صابی کا معنی ہے "بے دین ہونے والا")

---

(۱) تاریخ ابن عساکر (۳۰۱/۳)

اس نے گھبرا کر جواب دیا "نہیں، ایسا ہرگز نہیں، اگر میں مسلمان ہو گیا ہوں تو میرے لئے ایک سو اونٹ کی قربانی لات و عزیٰ کے نام پر واجب ہے"

لوگوں نے بتایا کہ تیرے حبشی غلام نے ہمارے بتوں پر تھوکا ہے اور ان کی توہین کی ہے۔ چنانچہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو طلب کیا گیا۔ عبداللہ بن جدعان نے ابو جہل اور امیہ بن خلف کو مخاطب کر کے کہا "تمہاری کیا رائے ہے؟ تم دونوں کو کلی اختیار ہے کہ اس غلام کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو"

ان ظالموں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور وادی کے ایک طرف لے جا کر گرم پتھروں پر لٹا دیا اور چکی کا پاٹ اس کے کندھوں پر رکھ کر کہتے تھے کہ محمد ﷺ کے دین کو چھوڑ دے اور وہ ان کی اس بات کے جواب میں فرماتے تھے کہ "نہیں، اللہ واحد و یکتا ہے"

اس کے بعد بلال رضی اللہ عنہ ہر روز قریش کے مشق ستم کا نشانہ بننے لگے۔ قریش انہیں چلچلاتی دھوپ میں گرم ریت یا گرم پتھروں پر لٹا کر کوئی وزنی پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتے اور ان سے کہا جاتا کہ یا تو اسلام چھوڑ دیں یا پھر موت قبول کر لیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کسی حالت میں بھی اسلام کو چھوڑنا قبول نہ کیا اور "احد، احد" کے سوا اور کوئی لفظ ان کی زبان سے نہ نکلا۔ جب دھوپ میں تیزی نہ رہتی تو گلے میں رسی بندھوا کر لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا تاکہ مکہ مکرمہ کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گھسیٹتے پھریں۔(۱)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ کے راستہ میں اس قدر اذیتیں پہنچائی گئی ہیں کہ اور کسی کو اتنی اذیتیں نہیں پہنچائی گئیں اور میں اللہ کے راستہ میں اس قدر مبتلائے خوف رہا کہ اور کوئی بھی اتنا خوفزدہ نہیں رہا۔ مجھ پر تین روز ایسے گزرے کہ میرے اور بلال رضی اللہ عنہ کے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا کہ اسے کوئی شخص کھا سکے سوائے اس شے کے جو بلال رضی اللہ عنہ کی بغل میں پوشیدہ تھی۔(۲)

---

(۱) سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل سلمان وأبي ذر والمقداد، رقم:١٤٧، مسند أحمد، رقم:٣٦٤٠

(۲) ابن عساکر ۳/۱۰۳، ٤١٥)

(قصہ ۳) ﴿ایک آزاد اور ایک غلام﴾

حضرت شداد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا "آپ کس بنیاد پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام لانے میں آپ کا چوتھا نمبر ہے"

انہوں نے فرمایا "میں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو سراسر گمراہی پر سمجھتا تھا اور بت میرے خیال میں کوئی چیز ہی نہ تھے۔ پھر میں نے ایک آدمی کے بارے میں سنا کہ وہ مکہ میں (غیب کی) خبریں بتلاتا ہے اور نئی نئی باتیں بیان کرتا ہے۔ چنانچہ میں اونٹنی پر سوار ہو کر فوراً مکہ پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھپ کر رہتے ہیں اور آپ کی قوم آپ کے درپہ آزار اور بہت بے باک ہے اور میں بڑی حیلہ جوئی کے بعد آپ تک پہنچا اور میں نے عرض کیا "آپ کون ہیں؟"

آپ نے فرمایا "اللہ کا نبی ہوں"

میں نے عرض کیا "اللہ کا نبی کسے کہتے ہیں"

آپ نے فرمایا "اللہ کی طرف سے پیغام لانے والے کو"

پھر میں نے عرض کیا "کیا واقعی اللہ نے آپ کو پیغام دے کر بھیجا ہے؟"

آپ نے فرمایا "ہاں!"

میں نے عرض کیا "اللہ نے کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟"

آپ نے فرمایا "اللہ نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کیا جائے اور بتوں کو توڑ دیا جائے اور صلہ رحمی کی جائے یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کیا جائے"

میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا "اس دین کے معاملے میں آپ کے ساتھ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام"

میں نے دیکھا آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت بلال تھے۔ میں نے عرض کیا "میں آپ کا اتباع کرنا چاہتا ہوں" یعنی

اسلام کو ظاہر کر کے یہاں مکہ میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا فی الحال تمہارا میرے ساتھ رہنا تمہاری طاقت سے باہر ہے اس لئے اب تم اپنے گھر چلے جاؤ اور جب تم سنو کہ مجھے غلبہ ہو گیا ہے تو میرے پاس چلے آنا۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان ہو کر میں اپنے گھر واپس آ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے۔ میں آپ کی خبریں اور آپ کے حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ مدینہ سے ایک قافلہ آیا۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا "وہ مکی آدمی جو مکہ سے تمہارے ہاں آیا ہے۔ اس کا کیا حال ہے؟"

ان لوگوں نے کہا "ان کی قوم نے ان کو قتل کرنا چاہا لیکن وہ قتل نہ کر سکے اور نصرت الٰہی ان کے اور قوم کے درمیان رکاوٹ بن گئی اور ہم لوگوں کو اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ سب آپ کی طرف لپک رہے ہیں" حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں کہ میں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ پہنچا اور حاضر ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ! جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں، اس میں سے کچھ آپ مجھے سکھا دیں" (۱)

(قصہ ۴) ﴿ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں﴾

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام کو ظاہر کرنے والے سات آدمی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمار اور ان کی والدہ حضرت سمیہ اور حضرت صہیب اور حضرت بلال اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ان کے چچا کے ذریعہ سے کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حفاظت ان کی قوم کے ذریعہ سے کی۔ باقی تمام آدمیوں کو مشرکین نے پکڑ کر لوہے کی زرہیں پہنائیں اور انہیں سخت دھوپ میں ڈال دیا جس سے وہ زرہیں بہت گرم ہو گئیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے

---

(۱) حیاۃ الصحابة (۱/ ۹۱-۹۲)، سنن النسائی، کتاب المواقیت، باب اباحة الصلاة الی أن یصلی الصبح، رقم: ۵۸۰، صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، رقم: ۱۳۷٤، سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة وسننها، رقم: ۲۷۹، مسند أحمد، رقم: ۱٦٤۰۰

علاوہ باقی سب نے مجبور ہو کر ان مشرکوں کی بات مان لی لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اللہ کے دین کے بارے میں اپنی جان کی کوئی پرواہ نہ تھی اور ان کی قوم کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ چنانچہ مشرکوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لڑکوں کے حوالے کر دیا جو انہیں مکہ کی گلیوں میں چکر دیتے تھے اور وہ احد احد کہتے رہتے (یعنی معبود ایک ہی ہے)(۱)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں اس طرح ہے کہ باقی حضرات رضی اللہ عنہم کو مشرکین نے لوہے کی زرہیں پہنا کر سخت دھوپ میں ڈال دیا جس سے وہ زرہیں سخت گرم ہو گئیں اور لوہے کی گرمی اور دھوپ کی گرمی کی وجہ سے ان حضرات رضی اللہ عنہم کو بہت زیادہ تکلیف ہوئی شام کو ابوجہل لعنہ اللہ نیزہ لئے ہوئے ان حضرات کے پاس آیا اور انہیں گالیاں دینے لگا اور انہیں دھمکیاں دینے لگا۔(۲)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث میں یوں ہے کہ مشرکین حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر مکہ کے دونوں اخشبین پہاڑوں کے درمیان لئے پھرتے۔(۳)

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

(قصہ ۵) ﴿ "بہار ہو کہ خزاں، لا الہ الا اللہ" ﴾

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب دوپہر کو تیز گرمی ہو جاتی تو امیہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر باہر نکلتا اور مکہ کی پتھریلی زمین پر ان کو کمر کے بل لٹا دیتا۔ پھر وہ کہتا کہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جائے چنانچہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جاتا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہتا تم ایسے ہی (ان تکلیفوں میں مبتلا) رہو گے۔ یہاں تک کہ یا تو تم

---

(۱) سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل سلمان و أبي ذر و المقداد، رقم:۱٤۷، مسند أحمد، رقم: ۳٦٤۰، البداية و النهاية (۳/ ۲۸)

(۲) حلية الاولياء (۱/ ۱٤۰)

(۳) طبقات ابن سعد ۲/ ۱٦٦

مر جاؤ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کر کے لات اور عزیٰ کی عبادت شروع کر دو لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان تمام تکلیفوں کے باوجود احد احد کہتے رہتے کہ معبود تو ایک ہی ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے چند یہ اشعار کہے ہیں جن میں انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے تکلیفیں اٹھانے کا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرنے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق تھا یعنی ''دوزخ سے آزاد''

جَزَى اللّٰهُ خَيْرًا عَنْ بِلَالٍ وَّصَحْبِهٖ عَتِيقًا وَّاَخْزٰى فَاكِهًا وَّ اَبَاجَهْلِ

''اللہ تعالیٰ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے عتیق (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) کو جزائے خیر عطا فرمائے اور فاکہ اور ابو جہل کو رسوا کرے''

عَشِيَّةَ هَمَّا فِىْ بِلَالٍ بِسُوْئَةٍ وَلَمْ يَحْذَرَا مَا يَحْذَرُ بِهِ الْمَرْءُ ذُو الْعَقْلِ

''میں اس شام کو نہیں بھولوں گا جس شام کو یہ دونوں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت تکلیف دینا چاہتے تھے اور عقلمند آدمی جس تکلیف دینے سے بچتا ہے یہ دونوں اس سے بچنا نہیں چاہتے تھے''

بِتَوْحِيْدِهٖ رَبَّ الْاَنَامِ وَقَوْلِهٖ شَهِدْتُ بِاَنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ عَلٰى مَهَلِ

''وہ دونوں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے تکلیفیں دینا چاہتے تھے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ لوگوں کا ایک خدا مانتے تھے اور کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے اور اس پر میرا دل مطمئن ہے''

فَاِنْ يَّقْتُلُوْنِىْ يَقْتُلُوْنِىْ فَلَمْ اَكُنْ لِاُشْرِكَ بِالرَّحْمٰنِ مِنْ خِيْفَةِ الْقَتْلِ

''اگر یہ مجھے مارنا چاہتے ہیں تو ضرور مار دیں۔ میں قتل کے ڈر سے رحمٰن کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کر سکتا ہوں''

فَيَارَبَّ اِبْرَاهِيْمَ وَالْعَبْدِ يُوْنُسَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى نَجِّنِىْ ثُمَّ لَا تُبْلِ

لِمَنْ ظَلَّ يَهْوَى الْغَىَّ مِنْ اٰلِ غَالِبٍ عَلٰى غَيْرِ بِرٍّ كَانَ مِنْهُ وَلَا عَدْلِ

''اے ابراہیم اور یونس اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے رب! مجھے نجات عطا فرما اور پھر مجھے آل غالب کے ان لوگوں کے ذریعہ آزمائش میں نہ ڈال جو گمراہ ہونا چاہتے ہیں اور نہ وہ نیک ہیں اور نہ انصاف کرنے والے''(۱)

(قصہ۶) ﴿کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے﴾

ایک مرتبہ ورقہ بن نوفل سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے دیکھا کہ وادی بطحاء کے گرم پتھروں پر آپ کی پیٹھ پر بھاری پتھر رکھ کر سخت عذاب دیا جا رہا ہے لیکن وہ عاشق رسول ﷺ اور شیدائی اسلام اس عذاب کو اپنے لئے ایک امتحان سمجھ کر نہایت اطمینان اور خوشدلی سے برداشت کر رہا ہے اور زبان سے احد احد پکار رہا ہے۔

قریش سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو جو تکالیف اور عذاب دے رہے تھے ورقہ بن نوفل اس کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکے۔ آپ نے گھبرا کر بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

''بلال! ان کی سزا اور تکالیف سے خلاصی اور نجات حاصل کرنے کے لئے جو یہ کہتے ہیں اس کو قبول کر لو''

لیکن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا جواب تھا:

''میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ مجھے قتل بھی کر دیں تو اللہ تعالیٰ بہترین انتقام لینے والا ہے۔ وہ میری مغفرت فرمائے گا لیکن میں کسی صورت ان کی بات ماننے والا نہیں ہوں''

قریش کہتے کہ تیرا مذہب لات و عزیٰ کو ماننا اور ان کی پوجا کرنا ہے لیکن ان کے جواب میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میرا رب الصمد اور واحد ہے۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ظاہری شکل و صورت سے اگرچہ سیاہ فام تھے لیکن رسول ﷺ کی ایک ہی نگاہ آئینہ تاب سے دل آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہو گیا تھا اور نور ایمان نے انکے دل

---

(۱) حلیة الأولياء (۱/ ۱٤۸)، ابن عساكر (۳/ ۳۰۳)

کو اس قدر منور کر دیا تھا کہ قریش کی ایذاء رسانیاں انہیں گمراہی کی تاریکیوں میں نہ دھکیل سکی۔ اس وقت گوری چمڑی اور سفید فام مخلوق ابولہب اور ابوجہل کی طرح غرور حسن اور زعم شرافت و نجابت میں ضلالت و گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی تھی۔ تاریخی روایات کے مطابق اس وقت صرف سات نفوس تھے جن کو قبول ایمان کی توفیق حاصل ہوئی ان میں ایک یہ حبشی غلام تھے۔(۱)

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ کمزور ہمیشہ ظلم و ستم کی آماجگاہ رہتا ہے لیکن قریش مکہ نے تو رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تک کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جن کا تعلق اشراف مکہ سے تھا سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تو ایک غلام تھے۔ ان پر تو اور بھی زیادہ ظلم و ستم کیے گئے۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل نے تو یہ دستور ہی بنا لیا تھا کہ گھر کی ساری نجاست اکٹھی کر کے رسول اللہ ﷺ کے راستہ میں پھیلا دیتی لیکن آپ ﷺ زبان سے کچھ کہے بغیر راستہ سے وہ غلاظت ایک طرف ہٹا کر گزر جاتے۔

جب یہ لوگ خود رسول اللہ ﷺ کو ظلم و ستم اور طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے تھے تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کس شمار و قطار میں تھے۔ وہ تو کئی نسلوں سے غلام تھے۔ ان کے ساتھ قریش کا سلوک کیسے اچھا ہو سکتا تھا، چنانچہ غلام اور کمزور ہونے کی بنا پر وہ ظلم و ستم کی آماجگاہ تھے۔ غلام ہونے کی وجہ سے وہ اور بھی ناموس جفا کے شکار ہوئے۔ گوناگوں مصائب اور زہرہ گداز مظالم سے ان کے استقلال واستقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ تپتی ہوئی ریت، جلتے ہوئے سنگ ریزوں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹائے گئے۔ مشرکین کے لڑکوں نے گلے میں رسیاں ڈال کر تماشا بنایا لیکن ان تمام روح فرسا اور جان گسل آزمائشوں کے باوجود توحید خداوندی کی مضبوط رسی ان کے ہاتھ سے نہ چھوٹی۔ ابوجہل تپتے ہوئے سنگ ریزوں پر لٹا کر اوپر بھاری پتھر رکھ دیتا اور جب آفتاب کی تمازت بے قرار کر دیتی اور آپ

(۱) طبقات ابن سعد (۳/ ۲۳۲)

اس کی گرمی سے تڑپنے لگتے تو وہ کہتا: "بلال! اب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خدا سے باز آ جاؤ" لیکن اس وقت بھی اس بندۂ خدا کے لبوں سے یہی آواز سنی جاتی "احد، احد"(۱)

(قصہ ۷) ﴿وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے﴾

حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر امیہ بن خلف ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے میں سب سے زیادہ پیش پیش تھا اور اس کی جدت طرازیوں نے ظلم و جفا کے نئے نئے طریقے ایجاد کیے تھے۔ وہ بے ایمان آپ کو طرح طرح اذیتیں دیتا۔

ایک مرتبہ امیہ بن خلف نے حضرت بلال کو گائے کی کھال پہنادی، پھر لوہے کی زرہ میں کس دیا اور دھوپ میں بٹھا کر کہا:

"بلال! سن تیرا خدا لات و عزیٰ ہے"

ان ساری آزمائشوں کے باوجود توحید کے اس وارفتہ کی زبان سے احد احد کے سوا اور کوئی کلمہ نہ نکلا۔

مشرکین اگر کہتے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں تم بھی وہی کہو تو فرماتے کہ میری زبان تمہارے کہے ہوئے الفاظ کا اعادہ نہیں کر سکتی۔(۲)

(قصہ ۸) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آزادی﴾

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر امیہ بن خلف اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے کہ آنکھیں اس جور و ستم کو دیکھ کر اشکبار ہو جاتی تھی۔ ایک روز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ کفار کی ستم گری کو دیکھ کر انتہائی صدمہ ہوا۔ دریافت فرمایا "تم لوگ اس سیاہ حبشی زادے کے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہے ہو؟"

انہوں نے جواب دیا "یہ لات و عزیٰ کو چھوڑ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک خدا کو ماننے لگا ہے اس لئے اس کو یہ سزا دے رہے ہیں"

---

(۱) أسد الغابة (۱/۲۰۶)

(۲) طبقات ابن سعد (۳/ ۲۳۲)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اللہ کی قسم! تم لوگ اس کے جذبات کو نہیں دبا سکتے"

امیہ بن خلف نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر ساتھیوں سے کہا کہ میں تم کو وہ کھیل دکھاؤں گا جو تم لوگوں نے کبھی نہ دیکھا ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور امیہ بن خلف نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا "ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ غلام آپ کے دین پر ہے، آپ اسے ہم سے خرید کیوں نہیں لیتے؟"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر تم فروخت کرنا چاہتے ہو تو میں اس کو خریدنے کے لئے تیار ہوں میرے غلام فسطاط (جو بہت موٹی کھال والا ہے جو آپ کو نصف دینار خراج دیا کرتا تھا اور اسلام قبول نہیں کرتا تھا) سے بدل لیں"

امیہ ہنس پڑا اور کہا "ابوبکر! شرط یہ ہے کہ آپ اپنا غلام مع اس کی بیوی کے دیں تو پھر میں سوچ سکتا ہوں"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر آپ تیار ہیں تو میں ایسا کر سکتا ہوں"

امیہ نے کہا "آپ کو اختیار ہے کہ آپ اس کے بیوی بچے بھی عطا کر دیں لیکن ایک سو دینار بھی ساتھ دیں" یہ کہہ کر امیہ ہنس پڑا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا "کیا آپ ایسے آدمی ہیں کہ جھوٹ سے حیا نہیں کرتے؟"

امیہ نے جواب دیا "لات وعزیٰ کی قسم! یقین کیجئے اگر آپ کریں گے تو میں بھی کروں گا"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک گراں قدر رقم دے کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا اور اسی وقت آزاد کر دیا۔

بعض روایات میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کی "یارسول اللہ! میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا"

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس میں مجھ کو بھی شریک کر لیا جائے"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی "حضور! مشرکین نے جب اسے اپنے دین سے نکالنا چاہا تو میں نے فوراً حاصل کر کے اسے آزاد کر دیا"

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے:

''سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ جب کسی غلام کے پاس سے گزرتے جس کو کفار اپنی ستم گری کا ہدف بناتے تو اسے خرید لیتے اور پھر اس کو آزاد کر دیتے، ان میں بلال رضی اللہ عنہ عامر بن فہیرہ، ام عبیس، زنیرہ، نہدیہ اور ان کی صاحبزادی اور بنی عدی کی ایک لونڈی جس کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے قبل اس کے اسلام لانے کی وجہ سے ظلم وستم کا نشانہ بناتے تھے''(۱)

بعض روایات میں ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پانچ اوقیہ سونے کے بدلہ میں خریدا۔ قریش نے کہا کہ اگر تم ایک اوقیہ کے عوض بھی بلال رضی اللہ عنہ کو لینا چاہتے تو ہم دے دیتے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر تم سو اوقیہ کے عوض بلال رضی اللہ عنہ کو فروخت کرنا چاہتے تو اس کو خرید لیتا''(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پتا چلا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو قریش سے خرید لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی خریداری میں شریک ہونے کی خواہش اظہار فرمایا لیکن سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا ہے۔(۳)

یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جذبہ ایمانی اور عالی ہمتی کا مشاہدہ فرما لیا تھا اسی لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ثواب میں شریک ہونے کی خواہش فرمائی۔

ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''هذا سيدنا بلال حسنة من حسناته''(۴)

''یہ ہمارے سردار بلال رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں''

---

(۱) زاد المعاد(۲۱/۱)

(۲) سير أعلام النبلاء(۲۵۳/۱) حلية الاولياء(۱۵۰/۱)

(۳) طبقات ابن سعد(۱۶۵/۳)

(٤) سير اعلام النبلاء (۳۵۸/۱)

(قصہ ۹) ﴿''میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی ہوں''﴾

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ پتہ چلا کہ بعض لوگ انہیں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا: ''تم لوگ مجھ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کیسے فضیلت دیتے ہو''

''انما أنا حسنة من حسناته''(۱)

''میں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اس قول کا منشاء یہ تھا کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل کیسے ہو سکتا ہوں حالانکہ میں تو خود ان کی ایک نیکی ہوں۔

(قصہ ۱۰) ﴿عورتوں کا صدقہ﴾

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے عورتو! تم صدقہ کیا کرو''

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا کہ تم بہت تنگ دست شخص ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ لہٰذا آپ ان کے پاس جائیں اور پوچھیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اجازت دیں تو میں آپ کے سوا کسی اور کو نہ دوں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم خود ہی جاؤ''

چنانچہ میں خود ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت انصار کی ایک عورت مجھ سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر کھڑی تھیں۔ ان کی ضرورت بھی وہی تھی جو میری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پردہ میں تھے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے ہم نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کردیں کہ دو عورتیں دروازہ پر کھڑی ہیں اور وہ اپنے شوہروں پر صدقہ کرنے کے لئے اجازت طلب کرتی ہیں اور ان یتیموں کے

(۱) سیر اعلام النبلاء (۱/ ۳۵۹)

لئے بھی جوان کی زیر نگرانی ہیں لیکن آپ ﷺ کو بتانا نہیں کہ ہم کون ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اندر گئے اور آپ سے اجازت کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ دو عورتیں کون ہیں؟''

انہوں نے عرض کیا ''ایک تو انصار کی ایک عورت ہے اور دوسری زینب رضی اللہ عنہا ہے''

آپ ﷺ نے پوچھا: ''کون زینب؟''

انہوں نے عرض کیا ''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی''

آپ ﷺ نے فرمایا ''ان کے لئے دو اجر ہیں، ایک تو قرابت کا اجر اور دوسرا صدقہ کا اجر'' (۱)

(قصہ ۱۱) ﴿جنت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ﴾

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن صبح کے وقت حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا ''اے بلال! تم کس عمل کی وجہ سے مجھ سے پہلے جنت میں چلے گئے؟ آج رات میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چلنے کی آہٹ سنی''

انہوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! جب بھی مجھ سے گناہ ہو جاتا ہے تو میں فوراً دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھتا ہوں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹتا ہے تو میں اسی وقت فوراً وضو کر کے دو رکعت نفل (تحیۃ الوضو) پڑھتا ہوں'' (۲)

(قصہ ۱۲) ﴿سردی کے اثر کا چلے جانا﴾

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سردی کی ایک رات میں صبح کی اذان دی لیکن کوئی آدمی نہ آیا۔ میں نے پھر اذان دی لیکن پھر بھی کوئی نہ آیا اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ''اے بلال! لوگوں کو کیا ہوا؟''

---

(۱) صحیح مسلم، رقم: ۲۳۱۵، صحیح البخاری، رقم: ۱۴۶۶، سنن الترمذی، رقم: ۶۳۵، سنن ابن ماجہ، رقم: ۱۸۳۴

(۲) صحیح البخاری، کتاب الجمعہ، باب فضل الطہور بالليل و النہار، رقم: ۱۰۸۱، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أم سليم رقم: ۴۴۹۵، سنن الترمذی، کتاب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم باب فی مناقب عمر بن الخطاب، رقم: ۳۶۲۱، مسند أحمد، رقم: ۲۱۱۴۰۳، الترغيب و الترهيب (۱: ۲۷۸)

میں نے عرض کیا" میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، سردی بہت زیادہ ہے اس وجہ سے لوگ ہمت نہیں کر رہے ہیں"

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

"اے اللہ! لوگوں سے سردی دور کردے"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ لوگ صبح کی نماز میں اور اشراق کی نماز میں بڑے آرام سے آرہے ہیں انہیں سردی محسوس نہیں ہورہی بلکہ کچھ لوگ تو پنکھا کرتے ہوئے آرہے تھے۔(۱)

(قصہ ۱۳) ﴿رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی عظمت﴾

جب حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابورویحہ (عبداللہ بن عبدالرحمٰن) کا بھائی بنا دیا۔ اس مواخات کی وجہ سے دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لئے محبت کے عظیم جذبات پیدا ہوگئے۔

عہد فاروقی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شامی مہم میں شرکت کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا "بلال! تمہارا وظیفہ کون وصول کرے گا؟"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا" میرا وظیفہ ابورویحہ وصول کریں گے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں میں جو برادرانہ تعلق پیدا کیا ہے وہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا"(۲)

(قصہ ۱۴) ﴿"بہترین بلال رضی اللہ عنہ"﴾

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شاعر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت بلال بن عبداللہ کی تعریف میں یہ شعر کہا:

(۱) البدایة و النهایة (۶/ ۱۶۶)

(۲) طبقات ابن سعد (۳/ ۱۶۷)

علاوہ باقی سب نے مجبور ہو کر ان مشرکوں کی بات مان لی لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اللہ کے دین کے بارے میں اپنی جان کی کوئی پرواہ نہ تھی اور ان کی قوم کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ چنانچہ مشرکوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لڑکوں کے حوالے کر دیا جو انہیں مکہ کی گلیوں میں چکر دیتے تھے اور وہ احد احد کہتے رہتے (یعنی معبود ایک ہی ہے)(۱)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں اس طرح ہے کہ باقی حضرات رضی اللہ عنہم کو مشرکین نے لوہے کی زرہیں پہنا کر سخت دھوپ میں ڈال دیا جس سے وہ زرہیں سخت گرم ہو گئیں اور لوہے کی گرمی اور دھوپ کی گرمی کی وجہ سے ان حضرات رضی اللہ عنہم کو بہت زیادہ تکلیف ہوئی شام کو ابوجہل لعنہ اللہ نیزہ لئے ہوئے ان حضرات کے پاس آیا اور انہیں گالیاں دینے لگا اور انہیں دھمکیاں دینے لگا۔(۲)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث میں یوں ہے کہ مشرکین حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر مکہ کے دونوں اخشبین پہاڑوں کے درمیان لئے پھرتے۔(۳)

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

(قصہ ۵) ”بہار ہو کہ خزاں، لا الہ الا اللہ“

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب دوپہر کو تیز گرمی ہو جاتی تو امیہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر باہر نکلتا اور مکہ کی پتھریلی زمین پر ان کو کمر کے بل لٹا دیتا۔ پھر وہ کہتا کہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جائے چنانچہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جاتا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہتا تم ایسے ہی (ان تکلیفوں میں مبتلا) رہو گے۔ یہاں تک کہ یا تو تم

---

(۱) سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل سلمان وأبي ذر والمقداد، رقم:١٤٧، مسند أحمد، رقم:٣٦٤٠، البداية و النهاية (٢٨/٣)

(۲) حلية الاولياء (١٤٠/١)

(۳) طبقات ابن سعد ١٦٦/٢

مر جاؤ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کر کے لات اور عزیٰ کی عبادت شروع کر دو لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان تمام تکلیفوں کے باوجود احد احد کہتے رہتے کہ معبود تو ایک ہی ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے چند یہ اشعار کہے ہیں جن میں انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے تکلیفیں اٹھانے کا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرنے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق تھا یعنی "دوزخ سے آزاد"

جَزَى اللّٰهُ خَيْرًا عَنْ بِلَالٍ وَّصَحْبِهٖ عَتِيْقًا وَّاَخْزٰى فَاكِهًا وَّ اَبَا جَهْلٖ

"اللہ تعالیٰ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے عتیق (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو جزائے خیر عطا فرمائے اور فاکہ اور ابوجہل کو رسوا کرے"

عَشِيَّةَ هَمَّا فِيْ بِلَالٍ بِسُوْئَةٍ وَلَمْ يَحْذَرَا مَا يَحْذَرُ بِهِ الْمَرْءُ ذُو الْعَقْلِ

"میں اس شام کو نہیں بھولوں گا جس شام کو یہ دونوں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت تکلیف دینا چاہتے تھے اور عقلمند آدمی جس تکلیف دینے سے بچتا ہے یہ دونوں اس سے بچنا نہیں چاہتے تھے"

بِتَوْحِيْدِهٖ رَبَّ الْاَنَامِ وَقَوْلِهٖ شَهِدْتُ بِاَنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ عَلٰى مَهْلٖ

"وہ دونوں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے تکلیفیں دینا چاہتے تھے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ لوگوں کا ایک خدا مانتے تھے اور کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے اور اس پر میرا دل مطمئن ہے"

فَاِنْ يَّقْتُلُوْنِيْ يَقْتُلُوْنِيْ فَلَمْ اَكُنْ لِاُشْرِكَ بِالرَّحْمٰنِ مِنْ خِيْفَةِ الْقَتْلِ

"اگر یہ مجھے مارنا چاہتے ہیں تو ضرور ماردیں۔ میں قتل کے ڈر سے رحمٰن کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کر سکتا ہوں"

فَيَا رَبَّ اِبْرَاهِيْمَ وَالْعَبْدِ يُوْنُسَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى نَجِّنِيْ ثُمَّ لَا تُبْلِ

لِمَنْ ظَلَّ يَهْوَى الْغَيَّ مِنْ اٰلِ غَالِبٍ عَلٰى غَيْرِ بِرٍّ كَانَ مِنْهُ وَلَا عَدْلِ

گزشتہ اور مابعد کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں"

سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "عائشہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں" اس موقع اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ، الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (١)

"بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں، عقل والوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں، جو لوگ کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کروٹ کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا"

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر رات کا قیام واجب ہے کیونکہ صالحین کی سرکار دو عالم ﷺ سے پہلے یہ عادت تھی اور رات کا قیام اللہ کے دربار میں لئے قربت کا باعث ہے، گناہوں سے روکتا ہے، برائیوں کو ختم کرنے والا ہے اور بدن کو بیماری سے پاک کرنے والا ہے۔ یہ دراصل سب نماز تہجد کی فضیلت ہے۔ (٢)

---

(١) آل عمران: ١٩٠۔١٩١

(٢) انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (٣/ ٢٦٥)

(قصہ ۱۹) ﴿شیر کا سلام سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے نام﴾

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حاکم یمن کے پاس ایک خط دے کر بھیجا۔ جب وہ جا رہے تھے سڑک کے درمیان ایک شیر بیٹھا ہوا تھا۔ شیر کو اس طرح سڑک کے درمیان بیٹھا ہوا دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو گئے کہ شیر حملہ آور ہوگا۔ بعض روایات میں ہے کہ شیر بھوکا تھا۔ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف کھڑے ہو کر کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں اور آپ کی طرف سے ایک خط لے کر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف یمن جا رہا ہوں۔ شیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر کھڑا ہو گیا۔ غراتا ہوا دبے پاؤں چلا پھر دوڑ جارا پھر دھاڑا اور راستہ سے ایک طرف ہو گیا۔ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف خط لے کر چلے گئے۔

جب وہ جواب لے کر واپس لوٹے تو دیکھا کہ وہ شیر اسی طرح راستہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ پھر خوف زدہ ہو گئے کہ مبادا حملہ آور ہو۔ انہوں نے پھر شیر کو مخاطب کر کے کہا "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے لے کر واپس مدینہ جا رہا ہوں"

پھر آپ نے اس خط کا جواب شیر کو دکھایا اور کہا کہ یہ اس خط کا جواب ہے۔ شیر پھر کھڑا ہو گیا اور ایک دھاڑ ماری اور پھر راستہ سے ایک طرف ہو گیا۔ جب وہ صحابی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سب ماجرا سنایا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "جانتے ہو کہ اس شیر نے پہلی مرتبہ کیا کہا، وہ شیر کہتا تھا کہ ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کیسے ہیں؟ اور تمہاری واپسی پر یہ کہتا تھا کہ میری طرف سے ابو بکر، عمر، عثمان، علی، سلمان، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم کو سلام عرض کرنا"(۱)

---

(۱) ابن عساکر، التاریخ الکبیر، روضۃ الشام (۳/ ۳۱۴)

(قصہ ۲۰) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ، دربانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم﴾

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی:

"اے اللہ! عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے ذریعہ دین کو عزت عطا فرما"

اس رات کے شروع حصہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن "اِقْرَأ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ" پڑھ رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اتنا مارا کہ انہیں یہ گمان ہوا کہ انہوں نے اپنی بہن کو قتل کر ڈالا ہے۔

جب صبح تہجد کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے تو انہوں نے اپنی بہن کی آواز سنی جو کہ "اِقْرَأ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ" پڑھ رہی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "اللہ کی قسم! نہ تو یہ شعر ہے اور نہ یہ سمجھ میں نہ آنے والا پست کلام ہے"

چنانچہ وہ وہاں سے چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے دروازے پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پایا۔ انہوں نے دروازے کو کھٹکھٹایا (یا دھکا دیا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پوچھا "کون ہے؟"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "عمر بن خطاب ہے"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا "ذرا ٹھہرو" میں تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لوں"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! عمر دروازے پر ہیں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر اللہ تعالیٰ کا عمر کے ساتھ خیر کا ارادہ ہے تو وہ اسے دین میں داخل کر دیں گے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا "دروازہ کھول دو"

انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر زور سے ہلایا اور فرمایا "تم کیا چاہتے ہو؟ تم کس لئے آئے ہو؟"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "آپ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ میرے سامنے پیش کریں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں"

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جگہ مسلمان ہو گئے اور عرض کیا "یارسول اللہ! باہر تشریف لے چلیں"(۱)

(قصہ ۲۱) ﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نیزہ﴾

ایک مرتبہ شاہ حبشہ نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تین نیزے تحفہ کے طور پر بھیجے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک نیزہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا اور ایک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور ایک اپنے پاس رکھا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ عیدین کی نماز کے لئے عیدگاہ جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نیزہ ہاتھ میں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے اور عیدگاہ میں پہنچ کر وہ نیزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز کے آگے گاڑ دیتے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سترہ بنا کر نماز عید پڑھاتے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا یہی معمول رہا۔ خلافت صدیقی کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تو شام تشریف لے گئے، لہٰذا ان کے بعد سیدنا سعد القرظ رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے آگے نیزہ لے کر چلتے تھے۔(۲)

(قصہ ۲۲) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بخار﴾

مہاجرین گرم خشک علاقے سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کی مرطوب آب و ہوا میں آئے تو انہیں مختلف قسم کے بخاروں نے آ گھیرا۔ یہاں کا بخار "حمی یثرب" پہلے ہی پورے عرب میں مشہور تھا چنانچہ مدینہ پہنچ کر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بخار میں مبتلا ہو گئے۔ سیدنا ابوبکر

(۱) حیاۃ الصحابۃ (۱/ ۲۹۷)

(۲) سیر اعلام النبلاء (۱/ ۳۵٦)

صدیق رضی اللہ عنہ کو نہایت تیز بخار ہو گیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اگرچہ حبش کے گرم علاقہ کے رہنے والے تھے لیکن ان کی عمر کا ایک اچھا خاصا حصہ بلکہ ایک روایت کے مطابق پوری زندگی مکہ کی وادیوں اور گلیوں میں گزری تھی چنانچہ وہ بھی سخت بخار میں مبتلا ہو گئے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ بخار میں مبتلا ہو گئے۔ میں ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے گئی۔ وہ ایک گھر میں مقیم تھے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اور بلال رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا: "اے والد ماجد اور بلال! یہ حال کیسے ہو گیا"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بخار میں سخت مبتلا تھے اسی حالت میں فرمایا:

کل امرىء مصبح فی اھلہ

الموت ادنیٰ من شراک نعلہ

"ہر شخص اپنے گھر میں صبح منا رہا ہوتا ہے اور موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی قریب ہوتی ہے"

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی بخار میں مبتلا تھے۔ بخار میں کچھ کمی ہوتی تو مکان کے صحن میں لیٹ جاتے اور مکہ مکرمہ کے شوق میں یہ شعر پڑھتے:

الا لیت شعری ھل أبیتنّ لیلة

بواد حولی اذخر و جلیل

"اے کاش! کیا میں کبھی اس وادی میں رات گزاروں گا جہاں میرے اردگرد اذخر اور جلیل (مکہ مکرمہ کی گھاس کی بعض قسمیں ہیں) ہوں"

وھل اردن یوماً میاہ مجنة

وھل یبدن لی شامة و طفیل

"کیا میں کسی روز مجنہ کے چشموں پر جاؤں گا اور کیا شامہ اور طفیل (مقامات) مجھے دکھائی دیں گے"

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے "اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما جنہوں نے ہمیں اپنے وطن سے نکال دیا ہے"

گویا کہ آپ کو مکہ مکرمہ بار بار یاد آتا اور اس کی یاد میں روتے اور شعر پڑھتے تھے کیونکہ یہاں آتے ہی انہیں مختلف تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ بیماری کے دوران انہیں مکہ مکرمہ کی چیزیں اور اس کے عمدہ عمدہ مقامات چشم تصور میں نظر آتے اور آپ انہیں یاد کر کے روتے اور ان کی یاد میں شعر پڑھتے کیونکہ آپ نے وہاں اپنی زندگی کا اچھا خاصہ حصہ گزارا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی بخار میں مبتلا ہو کر مختلف اشعار پڑھ پڑھ کر اس کی وادیوں کو یاد کرتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کے بخار کو دیکھ کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور ان لوگوں کی بیماری کا ذکر کیا۔ آپ نے اول تو ان کی عیادت فرمائی اور پھر دعا فرمائی:

> "اے اللہ! ہمیں مدینہ بھی ایسا ہی محبوب بنا دے جیسا کہ مکہ محبوب تھا یا مکہ سے بھی زیادہ ہمیں مدینہ کی محبت عطا فرما، اے اللہ! مدینہ کے صاع اور مد میں ہمارے لئے برکت عطا فرما، اے اللہ! ہمارے لئے اس کی آب و ہوا کو خوش گوار اور صحت بخش بنا دے اور اس بخار کو یہاں سے منتقل کر کے جحفہ پہنچا دے"(۱)

نبوت کے دعا کے لئے اٹھے ہوئے ہاتھ حق تعالیٰ شانہ نے خالی واپس نہیں لوٹائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور مدینہ منورہ کی آب و ہوا نہایت خوشگوار اور صحت مند ہو گئی اور آج تک ویسی ہی ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب کراھیۃ النبی ان تعری المدینۃ، رقم:۱۷۵۶، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ، رقم:۲٤٤، مسند أحمد، رقم:۲۳۱۵۳، موطا امام مالک، الکتاب الجامع، باب ماجاء فی وباء المدینۃ، رقم:۱۳۸۵

(قصہ ۴۳) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ، تاریخ اسلام کے پہلے مؤذن﴾

مسلمان جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو اہل اسلام کو نماز کے لئے جمع کرنے کا کوئی طریقہ نہ تھا، بلکہ لوگ خود ہی نماز کے وقت میں جمع ہو جاتے تھے۔ پھر یہ رائے ٹھہری کہ مسلمانوں کو نماز کے کے لئے جمع کرنے کی غرض سے کوئی طریقہ معین کرلیا جائے تا کہ سب کو نماز کے وقت کی اطلاع کرنا ممکن ہو سکے۔ لہٰذا اس غرض سے ایک مشاورت ہوئی جس میں لوگوں نے مختلف آراء کا اظہار کیا۔ بعض نے کہا "نصاریٰ کی طرح ناقوس بجاؤ" بعض نے کہا "یہود کے بگل کی طرح بگل بجایا جائے"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ ایک آدمی کو کیوں نہیں بھیجتے جو نماز کے لئے لوگوں کو بلایا کرے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا "تم کھڑے ہو کر نماز کی ندا کرو"(۱)

حدیث میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں "اندیٰ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ صاحب قاموس نے "اندیٰ" کا معنی احسن بتایا ہے اور بعض دوسرے اہل لغت نے اس کے معنی "ارفع" بیان کیے ہیں۔ پہلی صورت میں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤذن کا حسن الصوت (خوش آواز) ہونا بہتر ہے اور دوسری صورت میں "رفیع الصوت" (بلند آواز) ہونا بہتر معلوم ہوتا ہے۔

سنن أبي داؤد اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ایک اور حدیث ہے جس میں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس بجانے کا حکم دیا تا کہ لوگوں کو نماز کے لئے اکٹھا کیا جائے تو میں اسی سوچ بچار میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ناقوس اٹھائے ہوئے جا رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا: "اے اللہ کے بندے! کیا تم ناقوس فروخت کرو گے؟"

---

(۱) صحيح البخاري، رقم: ٦٠٤، صحيح مسلم، رقم: ٨١٤، سنن الترمذي، رقم: ١٩٠، سنن النسائي، رقم: ٦٢٥، مسند أحمد، رقم: ٢٦٦٥

اس نے پوچھا ''تم اس کا کیا کرو گے؟''

میں نے کہا ''ہم لوگوں کو نماز کے لئے جمع کریں گے؟''

اس نے پوچھا ''کیا میں تم کو اس سے اچھی چیز نہ بتاؤں؟''

میں نے کہا: کیوں نہیں؟

اس نے کہا: ''تم یہ کلمات کہا کرو!''

پھر اس نے اذان کے کلمات پڑھے۔ اس کے بعد اقامت کے کلمات بتلائے۔ جب صبح ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ انشاء اللہ برحق خواب ہے۔ تم بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے اور خواب میں جو کلمات سنے ہیں وہ ان کو بتاؤ تاکہ وہ اذان دیں کیونکہ اس کی آواز تم سے بلند ہے''

پس میں بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا۔ میں ان کو اذان کے کلمات بتاتا گیا اور وہ اذان دیتے گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اذان سنی تو وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور کہا:

''اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا تھا''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں''(۱)

(قصہ ۲۴) ﴿اذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی﴾

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ میں مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم رہے۔ اس کی وجہ روایات کے مطابق یہ تھی کہ ان کی آواز نہایت بلند اور دل کش تھی۔ ان کی اذان بادۂ توحید سے سرشار لوگوں کو بے چین کر دیتی۔ مرد اپنا کاروبار، عورتیں شبستان حرم اور بچے کھیل کو د چھوڑ کر والہانہ وارفتگی کے ساتھ ان کے اردگرد اکٹھے ہو جاتے۔ جب اللہ جل شانہ

---

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب کیف الاذان، رقم: ۴۲۱، سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، رقم: ۱۷۴، سنن ابن ماجه، کتاب الاذان و السنة فیها، رقم: ۶۹۸، مسند أحمد، رقم: ۱۵۸۰۰، سنن الدارمی، کتاب الصلاۃ، رقم: ۱۱۶۳

کے پرستاروں کا مجمع کافی تعداد میں اکٹھا ہو جاتا تو نہایت ادب کے ساتھ آستانہ رسالت پر کھڑے ہو کر آواز دیتے:

حیّ علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، الصلوٰۃ یارسول اللہ!

مختصر یہ کہ آپ تشریف لاتے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی صدائے سامعہ نواز تکبیر اقامت کے نعروں سے بندگان توحید کو بارگاہ رب العزت میں سربسجود ہونے کے لئے صف بصف کھڑا کر دیتی۔(۱)

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اگر کسی روز مدینہ منورہ میں موجود نہ ہوتے تو سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ان کی نیابت کے طور پر مسجد نبوی میں اذان کا فریضہ ادا کرتے تھے۔ صبح کی اذان عموماً کچھ دیر سے دیتے یعنی صبح صادق سے قبل دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صبح کے وقت اکثر و بیشتر دو اذانیں ہوتی تھیں۔ پہلی اذان سیدنا بلال رضی اللہ عنہ دیتے تھے اور دوسری اذان سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ دیتے تھے۔ چونکہ وہ نابینا تھے، اس لئے ان کو وقت سے آشنائی نہ ہوئی تھی۔ جب لوگ ان سے کہتے کہ صبح ہو چکی ہے تو اٹھ کر صدائے توحید بلند فرماتے۔

اسی وجہ سے رمضان المبارک میں بھی سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کے بعد کھانا پینا جائز تھا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان صرف اس لئے ہے کہ جو لوگ رات بھر عبادت الٰہی میں مصروف رہے ہیں، وہ اب کچھ دیر آرام اور استراحت کر لیں اور جو تمام رات خواب راحت میں سرشار رہے ہیں، وہ بیدار ہو کر سحری کھالیں اور نماز صبح کی تیاری کریں۔ لیکن وہ صبح کا وقت نہ ہوتا تھا بلکہ کچھ رات باقی رہتی تھی۔ چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ان بلالاً یؤذن بلیل، فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم))

بلال رضی اللہ عنہ اس وقت اذان دیتے ہیں جبکہ ابھی کچھ رات باقی ہوتی ہے۔ پس تم اس وقت تک کھا پی لیا کرو جب تک کہ ابن ام مکتوم اذان نہ دیا کریں۔(۱)

---

(۱) طبقات ابن سعد (۱۶۷/۳)

(قصہ ۲۵) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ، مقام ابطح میں﴾

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نہ صرف حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے بلکہ حالت سفر میں بھی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ اور مؤذن ہوتے تھے۔

ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام "ابطح" میں دیکھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر مامور تھے، اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور نیزہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چلنے لگے، حتیٰ کہ ایک جگہ پر اس نیزے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گاڑ دیا اور آپ نے نماز پڑھائی۔(۲)

(قصہ ۲۶) ﴿غزوہ خیبر کا ایک واقعہ﴾

غزوۂ خیبر کی فتح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر آپ نے اخیر شب میں آرام واستراحت کی خاطر ایک وادی میں پڑاؤ ڈالا۔ یہ پڑاؤ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہش پر ڈالا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عرض داشت کو شرف قبولیت عطا فرماتے وقت آپ نے فرمایا تھا:

"مجھے اندیشہ ہے کہ نیند تم کو نماز سے غافل کر دے گی"

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اپنی شب بیداری پر اعتماد تھا، لہٰذا انہوں نے ذمہ لیا کہ وہ سب کو بیدار کر دیں گے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے اس اعتماد پر سب لوگ مشغول استراحت ہو گئے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے مزید احتیاط کے خیال سے شب زندہ داری کا ارادہ کر لیا اور رات بھر

(۱) صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب أذان الأعمى اذا كان له من يخبره، رقم:٥٨٢، صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر، رقم:١٨٢٧، سنن الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في الأذان بالليل، رقم:١٧٨، سنن النسائي، كتاب الأذان، باب المؤذنان للمسجد الواحد، رقم:٦٣٣، مسند أحمد، رقم:٤٣٢٣

(۲) صحيح البخاري، رقم:٦٣٣، ٦٣٤، ٣٥٥٣

اپنے کجاوے پر ٹیک لگائے بیٹھے رہے، لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ اس حالت میں بھی نیند نے ان پر غلبہ پالیا اور ان کی آنکھ لگ گئی اور ایسی غفلت طاری ہوئی کہ طلوع آفتاب تک کوئی بھی بیدار نہ ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے بیدار ہو کر سب سے پہلے ان کو آواز دی اور فرمایا:

"بلال! تمہاری ذمہ داری کیا ہوئی؟"

عرض کی: "یارسول اللہ! آج کچھ ایسی غفلت طاری ہوئی کہ اس سے قبل مجھے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا"

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان اللّٰہ قبض ارواحکم حین شاء وردھا علیکم حین شاء))

"بے شک اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے ان کو تم پر واپس کر دیتا ہے"

اچھا بلال اٹھو اور اذان دو اور لوگوں کو نماز کے لئے جمع کرو"(۱)

بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے گھبرا کر اٹھے۔ پھر آپ نے لوگوں کو بیدار کیا اور اس وادی سے کوچ کرنے کا حکم فرمایا کہ یہاں شیطان ہے۔ اس وادی سے نکل کر آپ نے آگے نزول فرمایا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ وضو کر کے پہلے دو رکعت سنتیں پڑھیں۔ پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت کے لئے فرمایا اور جماعت کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔

(۱) صحیح البخاری، رقم: ۵۹۵، زاد المعاد (۲/ ۱۴۷)، سیرۃ ابن ھشام (۲/ ۲۴۰)

(قصہ ۲۷) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ہجرتِ مدینہ﴾

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے ہجرت کر کے ہمارے پاس مدینہ میں حضرت مصعب بن عمیر اور عبد اللہ بن ام مکتوم تشریف لائے، وہ دونوں لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے، پھر بلال بن ابی رباح، حضرت سعد اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم ہمارے ہاں تشریف لائے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ تشریف لائے۔ پھر خود آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اس دن اہل مدینہ کی خوشی اس قدر عیاں اور بے خودی تھی کہ مدینہ والوں کو کسی دن اس سے زیادہ خوش نہیں دیکھا گیا، یہاں تک کہ بچوں کی زبان پر بھی یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔(۱)

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے میں پیش قدمی سے کام لیا تھا۔

(قصہ ۲۸) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی دعائے سحر﴾

بنو نجار کی ایک عورت کہتی ہیں مسجد کے اردگرد کے گھروں میں میرا گھر سب سے اونچا تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ روزانہ صبح کو فجر کی اذان میرے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر دیا کرتے تھے۔ سحری کے وقت آ کر چھت پر بیٹھ کر صبح صادق کا انتظار کرتے۔ جب صبح صادق نظر آتی تو انگڑائی لیتے پھر یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اَحْمَدُکَ وَاَسْتَعِيْنُکَ عَلٰی قُرَيْشٍ اَنْ يُقِيْمُوْا دِيْنَکَ"

"اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں اور قریش کے لئے تجھ سے مدد مانگتا ہوں تاکہ وہ تیرے دین کو قائم کریں"

پھر وہ اذان دیتے مجھے بالکل یاد نہیں کہ کسی رات حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ دعا یہ

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب مقدم النبي وأصحابه المدينة، رقم:٣٦٣٢، مسند أحمد، رقم:١٧٧٧٩

کلمات (اذان سے پہلے) چھوڑے ہوں۔(۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں اگرچہ کسی منارہ کا باقاعدہ انتظام نہ تھا لیکن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ دوسروں کے مکان پر چڑھ کر اذان دیتے رہے اور اس طرح آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں خود بخود ایک مئذنہ مقرر کر لیا تھا۔

﴿قصہ ۲۹﴾ اے بلال! خرچ کر......!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب بھی کوئی مہمان آتا آپ اس کو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا کھانے یا کپڑا وغیرہ لینے کے لئے بھیج دیتے۔ بیت المال اکثر و بیشتر خالی ہوتا۔ لیکن پھر بھی آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ کسی ضرورت مند اور حاجت مند کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حاجت مند کو بازار لے جاتے، ادھار پر اس کو ضرورت کی اشیاء دلاتے اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رقم آنے پر ادھار لوٹا دیتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ مال کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کچھ بھی آتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے فوری طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ ان کے پاس کھجور کے چند ڈھیر ہیں۔ آپ نے پوچھا "اے بلال! یہ کیا ہے؟"

انہوں نے عرض کیا "آپ کے مہمانوں کے لئے یہ انتظام کیا ہے"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا منشا یہ تھا کہ جب بھی وہ آئیں تو ان کے کھلانے کا سامان پہلے سے موجود ہو۔

آپ نے فرمایا "کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ دوزخ کا آگ کا دھواں تم تک پہنچ جائے؟" (یعنی اگر تم ان کے خرچ کرنے سے پہلے ہی مر گئے تو پھر ان کے بارے میں

(۱) البداية و النهاية (۲/ ۲۳۳)

اللہ کے ہاں سوال ہوگا) اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے کمی کا ڈر نہ رکھو‘‘(۱)

(قصہ ۳۰) ﴿عید الفطر کے دن......!﴾

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے عید الفطر کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی پڑھی اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ادا کی۔ یہ سب حضرات پہلے نماز پڑھایا کرتے تھے اور بعد میں خطبہ دیا کرتے تھے۔ میں گویا اس وقت بھی چشم تصور میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ سرکار دو عالم ﷺ منبر سے اتر رہے ہیں اور اپنے دست مبارک کے اشارے سے لوگوں کو اٹھا رہے ہیں پھر آپ صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے گروہ تک پہنچ گئے ہیں۔ آپ اس وقت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہیں۔ آپ نے عورتوں کے پاس جا کر سورۃ الممتحنہ کی مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾(۲)

’’اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ ﷺ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ ﷺ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کی بیعت کرلیا کریں اور آپ ان کے

(۱) حیاۃ الصحابۃ (۲/ ۱۹۶)، حلیۃ الاولیاء (۱/ ۱۴۹)، الترغیب الترھیب (۲/ ۱۷۴)

(۲) الممتحنۃ:۱۲

لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے"

اس کے بعد آپ ﷺ نے عورتوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: "کیا تم اس عہد پر قائم ہو؟"

اس کے جواب میں صرف ایک عورت نے جس کو آپ ﷺ نے اس وقت شناخت نہیں فرمایا تھا، یہ کہا: "ہاں یا رسول اللہ! ہم اس پر قائم ہیں"

آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: "اگر ایسا ہے تو پھر صدقہ دو" سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کپڑا بچھا دیا اور کہنا شروع کیا: "میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، لاؤ"

عورتوں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں بغیر نگینہ کے بڑی انگوٹھیاں اور معمولی انگوٹھیاں ڈالنی شروع کیں۔(۱)

(قصہ ۳۱) ﴿حضور ﷺ کے اخراجات کی صورت﴾

حضرت عبداللہ ہوزنی رحمہ اللہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے حلب میں میری ملاقات ہوئی میں نے عرض کیا "اے بلال! آپ ذرا مجھے یہ بتائیں کہ حضور ﷺ کے اخراجات کی کیا صورت تھی؟"

انہوں نے فرمایا حضور ﷺ کے پاس کچھ ہوتا تو تھا نہیں۔ آپ کی بعثت کے وقت سے لے کر آپ کی وفات تک یہ خدمت میرے سپرد رہی جس کی صورت یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان آپ کے پاس آتا اور آپ اسے ضرورت مند سمجھتے تو آپ اسکی مدد کا حکم فرما دیتے، میں جا کر کہیں سے قرض لے کر چادر اور کھانے کی کوئی چیز خرید لاتا اور چادر اسے پہنا دیتا اور کھانا کھلا دیتا۔

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب موعظة الامام النساء يوم العيد، رقم:٩٢٦، صحيح مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب ، رقم:١٤٦٤، مسند أحمد بن حنبل، رقم:٢٩٠٤

JAMIA HAMDARD CENTRAL LIBRARY NEW DELHI

ایک مرتبہ ایک مشرک مجھے سامنے سے آتا ہوا ملا۔ اس نے کہا "اے بلال! مجھے خوب وسعت حاصل ہے تم کسی سے قرض نہ لیا کرو۔ جب ضرورت ہو مجھ سے ہی لیا کرو" اس کے بعد میں نے اسی سے قرض لینا شروع کر دیا۔ ایک دن میں وضو کر کے اذان دینے کے لئے کھڑا ہوا ہی تھا کہ وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا "او حبشی!" میں نے کہا میں حاضر ہوں (کیا کہتے ہو؟) وہ بڑی ترش روئی کے ساتھ پیش آیا اور بہت برا بھلا کہنے لگا اور کہنے لگا "تمہیں معلوم ہے کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟"

میں نے کہا "عنقریب ختم ہونے والا ہے"

اس نے کہا "چار دن باقی ہیں۔ اگر تو نے اس مدت میں قرضہ ادا نہ کیا تو میں تجھے اس کے عوض غلام بنالوں گا۔ میں نے تم کو یہ قرضہ جو دیا ہے وہ تمہاری یا تمہارے ساتھی کی بزرگی کی وجہ سے نہیں دیا ہے بلکہ اس لئے دیا ہے تا کہ تم میرے غلام بن جاؤ پھر تم پہلے جس طرح بکریاں چرایا کرتے تھے اسی طرح تمہیں بکریاں چرانے میں لگادوں"

یہ کہہ کر وہ تو چلا گیا اور ایسی باتیں سن کر لوگوں کے دلوں میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ سب میرے دل میں بھی پیدا ہوئے۔ پھر میں نے جا کر اذان دی۔ جب میں عشاء کی نماز پڑھ چکا اور حضور ﷺ بھی اپنے گھر تشریف لے گئے تو میں نے اندر حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ میں نے اندر جا کر عرض کیا "یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ جس مشرک کا میں نے آپ سے تذکرہ کیا تھا کہ میں اس سے قرضہ لیتا رہتا ہوں آج اس نے آ کر مجھے بہت برا بھلا کہا ہے اور اس وقت نہ آپ کے پاس اس کے قرضے کی ادائیگی کا فوری انتظام ہے اور نہ میرے پاس ہے اور وہ مجھے ضرور رسوا کرے گا اس لئے آپ مجھے اجازت دے دیں میں ان مسلمان قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں چلا جاتا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو اتنا دے دیں گے جس سے میرا یہ قرضہ ادا ہو سکے تو پھر میں آجاؤں گا"

یہ عرض کر کے میں اپنے گھر آیا اور اپنی تلوار، تھیلا، نیزہ اور جوتی اپنے سرہانے رکھ کر

مشرق کی طرف منہ کر کے صبح کے انتظار میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر نیند آتی پھر فکر کی وجہ سے میری آنکھ کھل جاتی لیکن جب میں دیکھتا کہ ابھی رات باقی ہے تو میں دوبارہ سو جاتا۔ جب صبح کاذب ہوگئی تو میں نے جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اتنے میں ایک صاحب نے آ کر آواز دی "اے بلال! حضور ﷺ کی خدمت میں جلدی چلو"

میں فوراً چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ چار اونٹنیاں سامان سے لدی ہوئی بیٹھی ہیں میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا "خوش ہو جاؤ! اللہ نے تمہارے قرضہ کی ادائیگی کا انتظام کر دیا ہے"

میں نے اللہ کا شکر ادا کیا پھر آپ نے فرمایا "کیا تمہارا گزر بیٹھی ہوئی چار اونٹنیوں پر نہیں ہوا ہے؟"

میں نے کہا "جی ہوا ہے"

آپ نے فرمایا "وہ سامان سمیت تمہارے حوالے ہیں تم یہ لے لو اور اپنا قرضہ ادا کر لو"

میں نے دیکھا تو ان پر کپڑے اور غلہ لدا ہوا تھا جو فدک کے رئیس نے حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ میں بھیجا تھا۔ چنانچہ میں نے وہ اونٹنیاں لیں اور ان کا سارا سامان اتارا اور ان کے سامنے چارہ ڈالا۔ پھر میں نے فجر کی اذان دی۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میں بقیع چلا گیا اور وہاں جا کر دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ جس کا بھی اللہ کے رسول ﷺ کے ذمہ قرضہ ہے وہ آ جائے۔ چنانچہ وہ کپڑے اور غلہ خریداروں کے سامنے پیش کرتا اور اسے بیچ کر قرضہ ادا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ پر روئے زمین میں کچھ بھی قرضہ باقی نہ رہا بلکہ دو یا ڈیڑھ اوقیہ چاندی بچ گئی۔ یعنی اسی یا ساٹھ درہم۔

اسی میں دن کا اکثر حصہ گزر چکا تھا پھر میں مسجد گیا تو آپ وہاں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا "جو کام تمہارے ذمہ تھا اس کا کیا ہوا؟"

میں نے عرض کیا "اللہ کے رسول ﷺ کے ذمہ جتنا قرض تھا وہ سب اللہ نے اتروا دیا اب کچھ باقی نہیں رہا"

آپ نے فرمایا "اس میں سے کچھ بچا ہے؟"

میں نے کہا "جی ہاں دو دینار بچے ہیں"

قرض ادا کرنے کے بعد دو یا ڈیڑھ اوقیہ چاندی بچی تھی لیکن وہاں سے مسجد تک آتے آتے حضرت بلال رضی اللہ عنہ لوگوں کو دیتے چلے آئے ہوں گے اس لئے جب مسجد میں پہنچے تو صرف دو دینار باقی رہ گئے۔

آپ نے فرمایا "انہیں بھی تقسیم کر دو تا کہ مجھے راحت حاصل ہو۔ جب تک تم انہیں خرچ کر کے مجھے راحت نہیں پہنچا دیتے میں اس وقت تک اپنے کسی گھر میں نہیں جاؤں گا"

چنانچہ اس دن ہمارے پاس کوئی نہیں آیا (اور وہ خرچ نہ ہو سکے) تو حضور ﷺ نے وہ رات مسجد میں گزاری اور اگلا دن بھی سارا مسجد میں ہی گزارا شام کو دو حاجت مند سوار آئے۔ میں ان دونوں کو لے گیا اور ان دونوں کو کپڑے پہنائے اور غلہ بھی دیا۔ جب آپ عشاء سے فارغ ہوئے تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا "جو تمہارے پاس بچا تھا اس کا کیا بنا؟"

میں نے عرض کیا "اللہ تعالیٰ نے اس کے خرچ کرنے کی صورت بنا کر آپ کی راحت کی صورت پیدا کر دی ہے"

آپ نے خوش ہو کر فرمایا اللہ اکبر اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ آپ کو یہ ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا وصال ہو جائے اور یہ بچا ہوا سامان آپ کے پاس ہی ہو۔ پھر وہاں سے آپ چلے اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک ایک اہلیہ محترمہ کے پاس گئے اور ہر ایک کو الگ الگ سلام کیا اور پھر جس گھر میں رات گزارنی تھی وہاں تشریف لے گئے یہ تھی حضور ﷺ کے خرچ اخراجات کی صورت جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا۔(۱)

---

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الخراج، باب فی الامام یقبل هدایا المشرکین برقم: ٢٦٥٦، البداية و النهاية (٦/ ٥٥)

(قصہ ۳۲) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایک انوکھی فضیلت﴾

ایک مرتبہ حضرت ابوسفیان حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرے، یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان حضرات نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا ''اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ ابھی تک نہیں بنائی'' (یعنی ابھی تک حضرت ابوسفیان کو قتل کیوں نہیں کیا گیا؟) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ بات سنی تو ان حضرات سے کہا ''تم لوگ یہ بات قریش کے بزرگ اور ان کے سردار کے بارے میں کہہ رہے ہو؟''

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات بتائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے ابوبکر! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم نے یہ بات کہہ کر ان کو غصہ دلایا ہے اگر تم نے ان کو غصہ دلایا ہے تو پھر تم نے اپنے رب کو غصہ دلایا ہے''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان حضرات کے پاس آئے اور ان سے پوچھا ''اے بھائیو! کیا میں نے تم کو غصہ دلایا ہے؟''

ان حضرات نے فرمایا ''نہیں! اے بھائی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے'' (۱)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ صلح حدیبیہ کے بعد امن کے زمانے کا واقعہ ہے، اس وقت تک حضرت ابوسفیان نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

(قصہ ۳۳) ﴿شانِ بلال رضی اللہ عنہ میں آیت قرآنی کا نزول﴾

حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کے چند سردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم اور ان جیسے کچھ اور کمزور و شکستہ حال مسلمان بیٹھے ہوئے تھے ان

(۱) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان و صهيب و بلال برقم: ٤٥٥٩، مسند أحمد، أول مسند البصريين برقم: ١٩٧٢٢

سرداروں نے کہا:

"یارسول اللہ! (ازراہ مذاق حضور ﷺ کو "یارسول اللہ" کہہ کر پکارا) کیا آپ ﷺ کو اپنی قوم میں سے یہی لوگ پسند آئے۔ کیا ہمیں ان لوگوں کے تابع بن کر چلنا پڑے گا؟ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان فرمایا ہے؟ آپ ان لوگوں کو دور کر دیں تو پھر شاید ہم آپ کا اتباع کر لیں"

ان کی اس فضول گوئی پر فقیر مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور کفار کو تنبیہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ، وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (۱)

اور اس قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈرایئے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا اس امید پر کہ وہ ڈر جاویں اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں۔ ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے" (۲)

---

(۱) الأنعام: ۵۱-۵۲

(۲) حلية الاولياء (۱/ ۳۴۶)، حياة الصحابة (۲/ ۶۰۴)

(قصہ۳۴) ﴿اللہ تعالیٰ کے یہاں نادار مسلمانوں کا رتبہ﴾

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزازی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمار، حضرت بلال، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہم اور دوسرے کمزور و نادار مسلمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے پایا، ان دونوں کو یہ لوگ حقیر نظر آئے اس لئے دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ لے جا کر تنہائی میں یہ کہا کہ آپ کے پاس عرب کے وفود آتے ہیں لیکن ہمیں اس بات سے شرم آرہی ہے کہ (ہم لوگ بڑے آدمی ہیں) ہمیں جب عرب کے لوگ ان غلاموں کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں گے تو کیا کہیں گے اس لئے جب ہم آپ کے پاس آیا کریں تو آپ انہیں اٹھا کر بھیج دیا کریں۔ آپ نے کہا "ٹھیک ہے"

پھر ان دونوں نے کہا آپ ہمیں یہ بات لکھ کر دے دیں۔ آپ نے ایک کاغذ منگوایا اور لکھنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا ہم لوگ ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام یہ آیتیں لے کر آ گئے:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ، وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ﴾(۱)

اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں۔ ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق

---

(۱) الأنعام: ۵۲_۵۴

نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں
میں سے ہو جائیں گے۔ اور اسی طور پر ہم نے ایک کو دوسرے کے
ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تا کہ یہ لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ
ہیں کہ ہم میں سے ان پر اللہ نے فضل کیا ہے کیا یہ بات نہیں ہے کہ
اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے اور یہ لوگ جب آپ کے
پاس آئیں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے
کہ تم پر سلامتی ہے"

اس پر آپ نے وہ کاغذ پھینک دیا اور ہمیں بلا لیا۔ ہم آپ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۔ پھر ہم حضور ﷺ کے اتنے قریب ہوئے کہ ہمارے گھٹنے حضور ﷺ کے گھٹنوں سے جا ملے اور پھر حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب ہمارے ساتھ بیٹھے ہوتے اور اٹھنا چاہتے تو ہمیں یونہی بیٹھا ہوا چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ (۱)

"اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و
شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں
اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی
توجہات) ان سے نہ ہٹنے پائیں"

اس کے بعد ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے اور جب حضور ﷺ کے اٹھ کر جانے کا وقت آ جاتا تو ہم حضور ﷺ کو بیٹھا ہوا چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور جب تک ہم کھڑے نہ ہوتے آپ بیٹھے ہی رہتے۔ (۲)

---

(۱) الكهف:۲۸

(۲) حلية الاولياء (۱/ ۱۴۶)، البداية النهاية (۶/ ۵۶) حياة الصحابة (۲/ ۶۰۶)

(قصہ ۳۵) انہیں دیکھے کوئی میری نظر سے

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قیس بن مطاطیہ ایک حلقہ کے پاس آیا اس حلقہ میں حضرت سلمان فارسی، حضرت صہیب رومی اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہم تشریف فرماتھے۔قیس نے کہا "یہ اوس وخزرج (عرب ہیں اور بڑے لوگ ہیں) یہ اس آدمی کی مدد کے لئے کھڑے ہوئے ہیں (یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے) لیکن ان (عجمی غریب وفقیر) بے حیثیت لوگوں کو کیا ہوا؟ (کہ یہ بھی مدد کے لئے کھڑے ہوگئے ان کی مدد سے فائدہ کیا؟)

حضرت معاذ نے کھڑے ہوکر قیس کا گریبان پکڑا اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بات بتائی۔اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں (جلدی کی وجہ سے) چادر گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے اور مسجد میں تشریف لے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کے لئے آدمی بھیجا جس نے اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کہہ کر لوگوں میں اعلان کیا (لوگ جمع ہوگئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا) اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! بے شک رب ایک ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) اور باپ بھی ایک ہے (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) اور دین بھی ایک ہے (یعنی اسلام) غور سے سنو! یہ عربیت نہ تمہاری ماں ہے اور نہ تمہارا باپ۔ یہ تو ایک زبان ہے لہٰذا جو بھی عربی زبان میں بات کرنے لگ جائے وہ خود عربی شمار ہوگا"

قیس کا گریبان پکڑے ہوئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ اس منافق کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسے چھوڑ دو یہ دوزخ میں جائے گی"

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد قیس مرتد ہوگیا اور اسی حال میں مارا گیا۔(۱)

(۱) کنزالعمال (۷/ ٤٦)

کسی کو کیا خبر کیا چیز ہیں وہ
انہیں دیکھے کوئی میری نظر سے

(قصہ ۳۶) ﴿حضرت سعد قرظ رضی اللہ عنہ کی فراست﴾

حضرت سعد قرظ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قباء تشریف لاتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو جائیں۔

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھے تو حبشی لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ میں نے ایک درخت پر چڑھ کر اذان دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا ''اے سعد! تم نے ایسا کیوں کیا؟''

میں نے عرض کیا ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے دیکھا کہ یہ حبشی لوگ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور پھر آپ کو بھی دیکھ رہے ہیں، اس لئے مجھے ان کی طرف سے آپ پر حملہ کا خطرہ ہوا، اس لئے میں نے اذان دی''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم نے ٹھیک کیا جب تم میرے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا کرو تو اذان دے دیا کرو''

چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تین مرتبہ اذان دی۔(۱)

(قصہ ۳۷) ﴿فجر کی سنتیں اور ان کی فضیلت﴾

حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کی اطلاع دینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے کچھ بات پوچھنے لگ گئیں جس میں دیر ہوگئی اور صبح کی روشنی زیادہ ہوگئی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی اور مسلسل خبر کرتے رہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوری طور پر باہر تشریف نہ لائے بلکہ تھوڑی دیر کے بعد باہر آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجھ سے کچھ

---

(۱) حیاۃ الصحابۃ (۳/ ۱۳۸)

پوچھنے لگ گئی تھیں جس کی وجہ سے مجھے دیر ہو گئی تھی پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار اطلاع کی لیکن آپ فوراً باہر تشریف نہ لائے بلکہ کچھ دیر میں آئے اس کی کیا وجہ ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھنی تھیں اس وجہ سے مجھے باہر آنے میں دیر ہو گئی"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! (آپ سنت نہ پڑھتے کیونکہ) صبح تو بہت زیادہ روشن ہو گئی تھی"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر صبح اس سے بھی زیادہ روشن ہو جاتی تو بھی میں یہ دو رکعت نماز ضرور پڑھتا اور بہت اچھے اور عمدہ طریقہ سے پڑھتا" (۱)

(قصہ ۳۸) ﴿حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اونٹ﴾

سنہ ۳ھ میں نجد کے ایک نہایت طاقتور قبیلے بنو غطفان نے قریش کی کھلم کھلا حمایت کر دی، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کا فیصلہ فرمایا۔ اس غزوہ سے واپسی پر راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک نوجوان انصاری مجاہد سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ پر پڑی جو اپنے کمزور اور نحیف اونٹ کی وجہ سے بار بار قافلے سے پیچھے رہ جاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کی یہ سست رفتاری دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: "یارسول اللہ! میں یہ اونٹ فروخت نہیں کروں گا بلکہ آپ کو تحفہ میں دیتا ہوں" لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹ کے خریدنے پر اصرار فرمایا۔

آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو ایک اوقیہ سونے کے عوض اونٹ فروخت کرنے پر رضامند کر لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنا اونٹ لے کر کاشانہ نبوت پر حاضر ہوا۔ اونٹ کو آپ کے دروازہ کے قریب بٹھا دیا اور خود مسجد نبوی میں جا کر بیٹھ گیا۔ جب مجھے وہاں بیٹھے کافی دیر ہو گئی تو رسول

(۱) حیاۃ الصحابۃ (۳/ ۱۶۰)

اللہ ﷺ کا شانہ نبوت کے باہر تشریف لائے اور اپنے دروازہ پر ایک اونٹ کو بیٹھے ہوئے پایا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے اس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ اونٹ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ لائے ہیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا "جابر رضی اللہ عنہ خود کہاں ہیں؟" لوگوں نے بتایا کہ مسجد میں بیٹھے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں مسجد سے بلایا۔ جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: "اپنا اونٹ لے جاؤ، یہ اب تمہارا ہے"

پھر آپ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور انہیں مجھے ایک اوقیہ سونا دینے کے لئے فرمایا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ایک اوقیہ سونا سے کچھ زیادہ ہی دیا۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم! میں یہ تحفہ پا کر بہت خوش ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کے اس دیئے ہوئے اونٹ کی برکت سے میرے گھریلو معاملات روز بروز بہتر سے بہتر ہوتے چلے گئے" (۱)

(قصہ ۳۹) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور آل بیت سے محبت

ایک روز سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اور کسی کام کے لئے باہر تشریف لے گئے واپسی پر نماز فجر کا وقت ہو چلا تھا کہ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب پہنچے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز کانوں میں پڑی۔ اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بہلائیں۔ اس طرح آپ کو کچھ دیر کے لئے وہاں رکنا پڑا۔ جب مسجد میں پہنچے تو نماز کی اقامت ہو چکی تھی۔ نماز کے بعد حضور ﷺ نے وجہ تاخیر پوچھی اور آپ نے بتائی تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم نے فاطمہ پر رحم کیا، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ (۲)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے گودوں کھلایا تھا اور مدینہ طیبہ میں بھی ان کے

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب استحباب نكاح البكر، رقم:٢٦٦٥؟

(۲) مسند أحمدبن حنبل، باقي مسند المكثرين، رقم:١٢٠٦٦

گھر کا کام کاج کر دیا کرتے تھے جب سیدہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بہت روئے اور فرمایا کہ آپ کو اپنے بابا جان کے پاس پہنچنے کی کس قدر جلدی تھی۔

مختصر یہ کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خصوصی قرب حاصل تھا اور وہ یہ کہ شانہ نبوت کے منتظم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔

(قصہ ۴۰) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شادی کا قصہ﴾

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد اگرچہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے معاشی حالات کچھ اچھے نہ تھے علاوہ ازیں وہ شکل وصورت کے لحاظ سے کوئی اتنے حسین وجمیل نہ تھے، پھر مہاجر اور غریب الدیار بھی تھے۔ لہٰذا ابھی تک وہ اپنا گھر نہ بسا سکے کیونکہ ایک مفلس، حبشی اور غریب الدیار کو شرفائے عرب میں سے کوئی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کو تیار نہ تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کیں۔ سیدنا بکیر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرایا تھا۔ بنو زہرہ اور سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے خاندان میں بھی رشتہ مصاہرت قائم ہوا تھا لیکن کسی سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

ایک روایت یہ ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس کی فتح کے سلسلہ میں بیت المقدس گئے تو ان سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ انہیں شام میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ میرے انصاری بھائی ابورویحہ رضی اللہ عنہ کو بھی اجازت مرحمت فرمادیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ درخواست بھی منظور فرمالی چنانچہ یہ دونوں حضرات خولان کے ایک محلہ میں فروکش ہوئے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس نکاح کی درخواست لے کر گئے اور ان سے جا کر کہا: ”ہم فقیر تھے اللہ نے ہمیں مال دار کر دیا، ہم غلام تھے اللہ نے ہمیں آزاد کر دیا۔ اگر تم اپنی لڑکیوں کا نکاح ہمارے ساتھ کر دو تو الحمد للہ اور اگر ہماری درخواست نامنظور کر دو تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ“

چنانچہ ان لوگوں نے ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔(۱)

ابن سعد نے طبقات میں ایک روایت حضرت قتادہ سے نقل کی ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے بنو زہرہ کی ایک خاتون سے شادی کی تھی۔(۲)

آپ کی ایک بیوی کا تعلق عدی بن کعب کے خاندان سے تھا اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن سے خود پڑھایا تھا۔(۳)

(قصہ ۴۱) ﴿بنو ابی بکیر کی خاتون سے نکاح﴾

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ بنی ابی بکیر کے کچھ لوگوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ فلاں شخص سے ہماری بہن کا نکاح کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''بلال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

وہ خاموش رہے اور واپس چلے گئے کچھ دنوں کے بعد دوسری دفعہ پھر آئے اور عرض کی: ''یا رسول اللہ! ہماری بہن کا فلاں شخص سے نکاح کر دیں''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ''بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

وہ خاموشی سے واپس چلے گئے پھر تیسری مرتبہ آئے اور عرض کیا ''یا رسول اللہ! ہماری بہن کا فلاں شخص سے نکاح کر دیں''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ ایک جنتی شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

آپ نے فرمایا: ''بلال رضی اللہ عنہ سے اس کا نکاح کر دو''

چنانچہ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ابی بکیر کی بیٹی کا

(۱) أسد الغابة (۲/ ۱۱)، سیر أعلام النبلاء (۲/ ۳۵۸)

(۲) طبقات ابن سعد (۳/ ۲۳۸)

(۳) زاد المعاد ۱۱۶/٤

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا۔(۱)

(قصہ ۴۲) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ہند نامی خاتون سے نکاح﴾

یمن کے قیام کے دوران ان کے دل میں نکاح کا خیال پیدا ہوا چنانچہ وہ ایک دوشیزہ ہند کے والدین کے پاس گئے اور ان کی بیٹی سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔لڑکی والوں نے پوچھا" تم کون ہو اور کہاں کے رہنے والے ہو؟"

انہوں نے کہا" میں بلال بن رباح رضی اللہ عنہ ہوں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی ہوں۔ میں ایک غلام تھا میرے اللہ نے مجھے آزاد کر دیا، میں سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا تھا میرے رب نے مجھے ہدایت دی۔ میں اس وقت آپ سے آپ کی بیٹی کا ہاتھ مانگ رہا ہوں۔اگر آپ ہاں کر دیں تو الحمد للہ اور اگر انکار کریں کہیں تو اللہ اکبر"

ہند کے والدین نے اپنے خاندان کے چند لوگوں کو مدینہ طیبہ بھیجا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رشتہ کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا"تمہیں یہ حق کس نے دیا ہے کہ تم ایک جنتی شخص کو اس کی حیثیت سے کم خیال کرو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے ان لوگوں کو تسلی ہوگئی اور کچھ ہی عرصہ کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور ہند کی شادی ہوگئی اور وہ نہایت خوشگوار زندگی گزارنے لگے۔(۲)

(قصہ ۴۳) ﴿"بلال کو ناراض مت کرو"﴾

ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور آپ کی اہلیہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا کے درمیان کسی بات پر کچھ تکرار ہوگئی اور گھروں میں ایسی بات ہو ہی جاتی ہے۔سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے نکتہ نقطۂ نظر کو واضح کرنے کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیا۔ ہند کے منہ سے یہ نکل گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسی بات نہ کہی ہوگی۔سیدنا بلال رضی اللہ عنہ یہ الفاظ برداشت نہ کر سکے۔اس بات سے انہیں سخت رنج ہوا۔جب وہ مسجد گئے تو اس رنجیدگی کے اثرات ان کے چہرے پر

---

(۱) طبقات ابن سعد (۳/ ۲۳۷-۲۳۸)

(۲) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، حکیم محمود احمد ظفر، ص:۷۳

محسوس ہو رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ بلال رضی اللہ عنہ نے واقعہ کی تمام تفصیلات بیان کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت بلال رضی اللہ عنہ گھر پر نہ تھے۔ ہند نے آپ کا نہایت خوش اخلاقی سے استقبال کیا۔ آپ ﷺ نے ہند سے فرمایا:

"بلال تمہیں میرے حوالے سے جو بھی کہتا ہے وہ صحیح اور درست ہوتا ہے، بلال کبھی کذب بیانی سے کام نہیں لیتا، اس کے ساتھ ہمیشہ محبت سے پیش آؤ، اس کو کبھی ناراض نہ کرو، اگر تم بلال کو ناراض کرو گی تو اللہ تم سے راضی نہ ہوگا"

ہند نے رسول اللہ ﷺ کی اس نصیحت کو پلے باندھ لیا۔ چنانچہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے گھر لوٹنے پر انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے معذرت کر لی اور ایک دفعہ پھر ان کے گھر کا ماحول خوشگوار اور پرسکون ہو گیا۔ (۱)

U-14346

(قصہ ۴۴) اذان حبشہ والے لے گئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف بیان فرما رہے تھے، اس دوران آپ نے فرمایا:

"حکومت کی بھاگ دوڑ قریش کے ہاتھ میں ہوگی، قضاء کا شعبہ انصار میں پھلے پھولے گا، اذان تو حبشہ والے لے گئے اور امانت ازد یعنی یمن والوں کی خاص صفت ہے" (۲)

(قصہ ۴۵) غزوۂ بدر میں شرکت

غزوہ بدر میں ۱۶ رمضان المبارک سنہ ۲ھ کی شام سرکار دو عالم ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں جنگ کے بارے میں ضروری ہدایات دیں اور پھر آپ اپنے خیمہ میں تشریف

(۱) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، حکیم محمود احمد ظفر، ص: ۷۳

(۲) سنن الترمذی، کتاب المناقب، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب في فضل

لے گئے۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کو اس سے قبل میں نے کبھی اتنا خاموش اور اس قدر گم سم نہیں دیکھا تھا۔ اسی رات سرکار دو عالم ﷺ مسلم فوج کی فتح و نصرت کے لئے سربسجود رہے۔ ۱۷ رمضان المبارک کو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہوکر مسلمان فوج کو سرکار دو عالم ﷺ کی ہدایات سے مطلع کیا پھر ایک ایسی جنگ ہوئی کہ تلواریں آپس میں ٹکرائیں اور لاشے زمین پر گرتے دیکھے گئے۔ سارا دن معرکہ جاری رہا اور بالآخر اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے نوازا۔

اس جنگ کا آغاز ہی مشرکین کے لئے نہایت برا ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں ان کے تین سورما موت کے گھاٹ اتر گئے اور عتبہ بن ربیعہ جیسا رئیس مکہ اور بہادر شخص اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ خاک و خون میں تڑپ رہا تھا۔ یہ قریش کے لئے ایک بہت بڑا دھچکا تھا۔ اس سے سارے لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ویسے بھی عتبہ تمام لشکر کا سپہ سالار تھا اور سپہ سالار کا قتل ہو جانا پورے لشکر کی شکست ہوتی ہے لیکن ان تینوں کی موت کے بعد ابوجہل موقع کی نزاکت دیکھتے ہوئے میدان میں کود پڑا اور اپنے لشکر کو جھوٹی طفل تسلیاں دیتا رہا۔ وہ اپنی ان طفل تسلیوں سے لشکر کو بھاگنے سے بچانا چاہتا تھا۔ اس کی یہ تدبیر کامیاب رہی اور قریش کے پاؤں جم گئے۔ ان کے حوصلے پست نہ ہوئے ایک طرف اپنی کثرت تعداد اور اسلحہ پر بھروسہ تھا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد چنانچہ مسلمانوں نے جب ابوجہل کی اس جوش دلانے والی تقریر سے کفر کو بپھرتا ہوا دیکھا تو وہ اللہ کے حضور میں گڑگڑا کر دعائیں کرنے لگے۔ جس کو قرآن حکیم نے یوں بیان کیا ہے:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ (۱)

"(وہ وقت یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اور تمہارے رب نے تمہاری فریاد کو سن لیا"

صحابہ رضی اللہ عنہم بارگاہ الوہیت میں گڑگڑا رہے تھے اور زمین و آسمان کا مالک ان کی

(۱) الأنفال:۹

دعاؤں کو سن رہا تھا۔(۱)

(قصہ ۴۶) ﴿دشمنِ بلال رضی اللہ عنہ، امیہ بن خلف کا انجام﴾

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ امیہ کے پرانے دوست تھے۔ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت ان کا امیہ بن خلف سے ایک کاروباری معاہدہ ہوا تھا۔ وہ یہ کہ مدینہ طیبہ میں وہ امیہ کے مال کی حفاظت کریں گے جب کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا جو مال مکہ میں رہ گیا ہے اس کی حفاظت کا ذمہ دار امیہ بن خلف ہوگا۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب امیہ کو میدان بدر میں دیکھا تو ان کی خواہش یہ تھی کہ امیہ قتل نہ ہو بلکہ گرفتار ہو جائے۔ شاید اس بہانہ سے اسے ہدایت کا راستہ مل جائے چنانچہ جب مسلمان جنگ میں مصروف تھے اور کافر مسلمانوں کے ہاتھوں گاجر مولی کی طرح کٹ رہے تھے اور قریش کے بڑے بڑے سردار جو اساطین قریش کہلاتے تھے، قتل کیے جا چکے تھے، تو سیدنا عبدالرحمٰن نظر بچا کر امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کو ایک پہاڑی پر لے گئے۔ اتفاق سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ لیا۔ انہوں نے فوری طور پر انصار کو بتایا وہ اس کے پیچھے دوڑے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امیہ کے بیٹے کو ان انصار مجاہدین کے آگے کر دیا۔ انصار نے اسے قتل کر دیا لیکن انصاری مجاہدین اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا اصل ہدف تو امیہ بن خلف تھا، لہٰذا اس کو چھوڑ دینا ان کو گوارا نہ تھا۔ امیہ بھاری بھر کم آدمی تھا۔ دوڑنا اس کے لئے بہت مشکل تھا وہ بیٹھ گیا اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس کو بچانے کے لئے اس کے اوپر لیٹ گئے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ خود بتاتے ہیں کہ میں نے امیہ سے کہا کہ تم بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گیا اور میں اس کے اوپر اوندھا پڑ گیا تا کہ اس کی جان بچ جائے لیکن انصار نے اس حالت میں پاؤں کے نیچے تلواریں چلا کر اس کو قتل کر دیا۔ اس کو بچانے میں سیدنا عبدالرحمٰن کے پاؤں پر بھی ایک زخم آیا جس کا نشان مدتوں باقی رہا۔

یہ واقعہ بیان کر کے سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ بلال رضی اللہ عنہ پر رحم

(۱) البدایة و النهایه ۳/ ۲۷۲

فرمائے، میری زرہیں بھی گئیں اور میرے قیدی بھی گئے کیونکہ امیہ کو بچانے سے پہلے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کچھ زرہیں تھیں جو انہوں نے کافروں سے چھینی تھیں۔ ان کو وہ زمین پر رکھ کر امیہ کو بچانے میں مصروف ہو گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ جنگ بدر کے روز امیہ بن خلف اپنے لڑکے علی کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا: "عبدالرحمٰن! کیا تمہیں میری ضرورت ہے؟ میں تمہاری ان زرہوں سے بہت بہتر ہوں، آج جیسا ہیبت ناک منظر تو میں نے پوری زندگی نہیں دیکھا۔ کیا تمہیں دودھ کی حاجت نہیں؟"

مطلب یہ تھا کہ جو مجھے قید کرے گا میں اس کو فدیہ میں خوب دودھ دینے والی اونٹنیاں دوں گا۔

یہ سن کر سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے زرہیں پھینک دیں اور دونوں باپ بیٹے کو گرفتار کر کے آگے بڑھے۔

امیہ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "تم لوگوں میں وہ کون ہے جس نے سینے پر شتر مرغ کا پر سجا رکھا ہے؟" سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: "وہ حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔" امیہ نے کہا: "یہی شخص ہے جس نے ہمارے اندر تباہی مچا رکھی ہے"

سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امیہ اور اس کے بیٹے کو پکڑ کر لے جا رہا تھا کہ اچانک بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ کو میرے ساتھ دیکھ لیا۔ بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ کے وہ سارے ظلم و ستم یاد آ گئے جو وہ مکہ میں ان پر ڈھایا کرتا تھا۔ چنانچہ امیہ کو دیکھ کر انہوں نے کہا: "یہ کافروں کا سرغنہ ہے، اب یا تو یہ زندہ رہے گا یا میں"

میں نے کہا: بلال! یہ دونوں میرے قیدی ہیں" لیکن بلال رضی اللہ عنہ نے انصار کو آواز دی اور انہوں نے ہمیں کنگن کی طرح گھیرے میں لے لیا۔ میں ان دونوں کا بچاؤ کر رہا تھا کہ ایک شخص نے امیہ کے بیٹے کو تلوار کی ایک ضرب لگائی جس سے وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اتنے میں امیہ نے اس زور سے چیخ ماری کہ میں نے ویسی چیخ کبھی نہ سنی تھی۔ میں نے کہا: "بھاگ جاؤ، لیکن آج بھاگنے کی گنجائش نہیں، بخدا! میں آج تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔

اس کے بعد انصار نے اپنی تلواروں سے ان دونوں کا کام تمام کر دیا" (۱)

(قصہ ۴۷) ﴿نماز نیند سے بہتر ہے﴾

حضرت سعید بن میتب فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ حسب معمول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز کے لئے بلانے کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے تو آپ کو بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا:

"الصلوۃ خیر من النوم، الصلوۃ خیر من النوم"

"نماز نیند سے بہتر ہے، نماز نیند سے بہتر ہے"

اس کے بعد سے یہ کلمات فجر کی اذان میں مقرر کر دیئے گئے۔ (۲)

(قصہ ۴۸) ﴿"یا رسول اللہ! نماز"﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آگے اپنے برابر کھڑا کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہوئے تو میں پھر پیچھے ہٹ گیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا "جب میں تم اپنے برابر کھڑا کرتا ہوں تو تم پیچھے کیوں ہٹ جاتے ہو؟"

میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! کیا کوئی آدمی اتنی قابلیت رکھتا ہے کہ آپ کے برابر کھڑا ہو حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری اس بات سے بہت خوش ہوئے اور میرے لئے علم و فہم میں اضافہ کی دعا فرمائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ! نماز" آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آپ نے نماز پڑھائی۔

---

(۱) صحیح البخاری (۱/ ۳۰۸)، البدایۃ و النھایۃ (۳/ ۲۸۶)، سیرۃ ابن ھشام (۱/ ۳۲۵) زاد المعاد (۲/ ۸۹)

(۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الأذان و السنۃ فیہ، باب السنۃ فی الأذان، رقم: ۷۰۸

آپ نے دوبارہ وضو نہیں کیا۔(۱)

سونے کے باوجود آپ ﷺ نے وضو اس لئے نہیں فرمایا کیونکہ جب آپ ﷺ آرام فرماتے تھے تو صرف آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل بیدار رہتا تھا۔ دل کی بیداری کی بناپر وضو ٹوٹنے کا اندیشہ نہ تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے اگر کوئی امتی سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

(قصہ ۴۹) ﴿سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی شادی اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ﴾

سنہ ۲ھ میں سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ یہ شادی رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے کی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کے لئے شرفائے قریش نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی لیکن آپ ﷺ نے ان کی استدعا پر خاموشی اختیار فرمائی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کے بارے میں درخواست کرنا چاہتے تھے لیکن اپنی تنگ دستی کی وجہ سے کوئی بات نہ کر سکے۔

ایک روز سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور ان کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کے لئے تیار کریں۔ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تنگ دستی مانع ہو تو اس کی مالی امداد کریں۔

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کو سراہا چنانچہ یہ سب حضرات اٹھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ گھر پر موجود نہ تھے بلکہ اپنا اونٹ لے کر ایک انصاری کے باغ میں آب کشی کے لئے گئے ہوئے تھے۔ یہ تینوں حضرات اس باغ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

”آپ نیک خصائل ہیں، دوسرے لوگوں سے سبقت لئے ہوئے ہیں اور سرکار دو عالم ﷺ سے نسبی رشتہ میں بھی آپ دوسروں سے قریب تر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں بھی ہمیشہ سے ہیں،

---

(۱) مسند أحمد، ومن مسند بني هاشم، باب بداية مسند عبد الله بن عباس، رقم: ۲۹۰۲

لہٰذا آپ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواست گاری میں کون سا امر مانع ہے؟ میرا خیال ہے کہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رشتہ آپ کے لئے رکھا ہوا ہے"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمانے لگے: "اے ابوبکر! آپ نے میرے غم کو تازہ کر دیا اور میرے دل کی پوشیدہ آرزو کو برانگیختہ کر دیا" سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کون شخص ہے جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کا خواہاں نہ ہو؟ لیکن میں تنگ دستی اور فقر و فاقہ کی وجہ سے اس خواست گاری کے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہوں"

چنانچہ ان تینوں حضرات نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس بات پر راضی کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جانے کے لئے رضامند کر لیا۔ اس غرض کے لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ کھولا، باغ سے واپس گھر تشریف لائے اور اونٹ باندھ کر اور جوتا پہن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر چلے گئے۔

پھر یہی نہیں کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری پر ہی آمادہ کیا بلکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس شادی کا سامان اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے جہیز خریدنے کے لئے روپیہ پیسہ سے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اعانت کی جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بہت سی دعائیں کیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک زرہ دی جسے انہوں نے بیچا۔ اس زرہ کے بدلہ میں جو رقم ملی وہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رقم میں سے ایک مٹھی بھر کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دی اور فرمایا کہ سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے خوشبو خرید کر لائے اور اس رقم میں سے دو مٹھیاں بھر کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے مناسب کپڑے اور جہیز کا دوسرا سامان خرید کر لائیں۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (اور ایک دوسری روایت کے مطابق بلال رضی اللہ عنہ کو بھی) اور دوسرے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا۔

یہ حضرات جو چیز بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے خریدتے، پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو

دکھاتے۔ اگر وہ پسند کرتے تو وہ چیز خریدی جاتی وگرنہ واپس کردی جاتی۔

سیدہ فاطمہ ﷺ کے لئے ان حضرات نے سیدنا ابوبکر ﷺ کی مرضی سے کیا کچھ خریدا تاریخ میں اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

"ایک قمیض، ایک اوڑھنی، ایک خیبری سیاہ چادر، ایک بنی ہوئی چارپائی، بستر کے دو گدے (ایک گدا کھجور کی چھال سے بھرا ہوا اور دوسرا بھیڑ کی اون سے) اور اذخر (گھاس) سے بھرا ہوا ایک بالین، ایک اونی کپڑا، ایک چمڑے کا مشکیزہ، دودھ کے لئے ایک لکڑی کا پیالہ، ایک گھڑا اور چند مٹی کے برتن"

بازار سے جب یہ سامان خریدا گیا تو سیدہ کے اس جہیز کی کچھ اشیاء کو سیدنا ابوبکر ﷺ نے، کچھ کو سیدنا بلال ﷺ کچھ کو سیدنا عمار بن یاسر ﷺ نے اور کچھ اشیاء کو دوسرے صحابہ ﷺ نے اٹھایا جو سیدنا ابوبکر ﷺ کے ساتھ گئے ہوئے تھے۔ جب یہ سامان سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے رکھا گیا تو آپ ﷺ نے ایک ایک چیز کو اٹھا کر ملاحظہ فرمایا اور ساتھ ہی یہ دعا بھی فرمائی:

"اے اللہ! میرے اہل بیت پر ان چیزوں میں برکت عطا فرما"(۱)

(قصہ ۵۰) ﴿سیدنا بلال ﷺ رسول اللہ ﷺ پر سایہ کرتے ہیں﴾

حضرت ابوامامہ ﷺ رسول پاک ﷺ کے ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، آپ کے ایک جانب حضرت بلال ﷺ تھے، آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، جس کے اوپر ایک کپڑا لگا ہوا تھا جس کے ذریعے وہ حضور ﷺ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔(۲)

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: "سیدنا بلال ﷺ" حکیم محمود احمد ظفر، ص: ۹۳ تا ۹۶

(۲) مسند أحمد بن حنبل، باقي مسند الأنصار، رقم: ۲۱۲۷۳

(قصہ ۵۱) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ، غزوۂ احد میں﴾

غزوہ احد کے مشکل حالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد محاصرہ کرنے والوں میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے جو آخر وقت تک امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کرتے رہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد میں میرے آقا دمولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک پتھر سے زخمی ہو کر زمین پر گرے۔ مکہ کا مشہور شمشیر زن عبداللہ بن قمیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا۔ اپنی تلوار ضرورت سے زیادہ بلند کر کے آپ پر حملہ زن ہوا۔ صحیح نشانہ لگانے کی تمام کاوش کے باوجود وہ ناکام رہا۔ میں نے خود کو پوری قوت کے ساتھ ابن قمیہ پر پھینکا۔ میری تلوار اور میرا جسم زمین پر رگڑے گئے۔ پھر ہم سب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہو گئے۔ ہم کل بارہ آدمی تھے اور ہماری تلواریں خار پشت کے کانٹوں کی طرح اٹھی ہوئی تھیں۔

مسلمانوں کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں تو ان کی ہمتیں جوان اور ارادے مصمم ہو گئے۔ مسلمانوں کے لشکر نے ایک مرتبہ پھر منظم ہونا شروع کیا۔ گویا خالد بن ولید (جو کہ کافروں کی طرف سے لڑ رہے تھے) کی عسکری عبقریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری عبقریت کے سامنے ناکام ہو گئی۔ اب مسلمانوں نے اپنی منتشر قوتوں کو سمیٹ کر اس جوش و خروش کے ساتھ قریش کے لشکر پر حملہ کیا کہ وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے کے لئے مجبور ہو گیا۔ قریش کو جب بھاگتے دیکھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ان کا تعاقب کون کرے گا؟''

ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے نام پیش کیے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ناموں کی تصریح کی ہے۔(۱)

---

(۱) صحیح البخاری (۲/ ۵۸٤)

(قصہ ۵۲) ﴿غزوۂ بنو قریظہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ﴾

غزوہ بنو قریظہ ذی قعدہ ۵ھ کو پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق سے صبح کی نماز کے بعد واپس ہوئے، آپ نے اور تمام مسلمانوں نے ہتھیار کھول دیئے۔ جب ظہر کا وقت قریب آیا تو جبرئیل امین ایک خچر پر سوار عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے اور نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا:

"کیا آپ نے ہتھیار اتار دیئے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں ہم نے ہتھیار اتار دیئے ہیں"

جبرئیل امین نے عرض کیا "فرشتوں نے تو نہ ابھی تک ہتھیار کھولے ہیں اور نہ ہی وہ واپس ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیا ہے اور میں خود بنی قریظہ کی طرف جا رہا ہوں"

جبرئیل امین رخصت ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ کوئی شخص سوائے بنو قریظہ کے کہیں نماز عصر نہ پڑھے۔

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے اسلام کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے کر روانہ فرمایا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو یہود نے آنحضرت ﷺ کو کھلم کھلا گالیاں دیں جو ایک مستقل اور ناقابل معافی جرم ہے۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ خود بہ نفس نفیس روانہ ہوئے اور پہنچ کر بنو قریظہ کا محاصرہ کیا، پچیس روز تک ان کو محاصرہ میں رکھا، اس اثناء میں ان کے سردار کعب بن اسد نے ان کو جمع کر کے کہا:

"میں تین باتیں تم پر پیش کرتا ہوں ان میں سے جس کو چاہو اختیار کر لو تاکہ تم اس مصیبت سے نجات پالو۔ اول یہ کہ ہم اس شخص یعنی محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور اس کے مستقل پیرو بن جائیں کیونکہ خدا کی قسم! تم پر یہ بات بالکل واضح اور روشن ہو چکی ہے

کہ وہ بلاشبہ اللہ عزوجل کے نبی اور رسول ہیں اور یہ وہی نبی ہیں جن کو تم تورات میں لکھا پاتے ہو اگر ایمان لے آؤ گے تو تمہاری جان اور مال بچے اور عورتیں سب محفوظ ہو جائیں گے“

بنوقریظہ نے کہا ”ہم کو یہ منظور نہیں کہ ہم اپنا دین چھوڑ دیں“

کعب نے کہا ”اچھا اگر یہ منظور نہیں تو دوسری بات یہ ہے کہ بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے بے فکر ہو جاؤ اور شمشیر بکف ہو کر پوری ہمت اور تن دہی کے ساتھ محمد ﷺ کا مقابلہ کرو اگر نا کام رہے تو بچوں اور عورتوں کا کوئی غم نہ ہوگا اور اگر کامیاب ہو گئے تو عورتیں بہت ہیں ان سے بچے بھی پیدا ہو جائیں گے“

بنوقریظہ نے کہا ”بلاوجہ عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے زندگی کا کیا لطف باقی رہے گا“

کعب نے کہا ”اگر یہ بھی منظور نہیں تو میری رائے یہ ہے کہ آج ہفتہ کی شب ہے عجب نہیں کہ محمد ﷺ اور ان کے اصحاب غافل اور بے خبر ہوں اور ہماری جانب سے مطمئن ہوں کہ یہ دن یہود کے نزدیک محترم ہے اس میں وہ حملہ نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کی اس بے خبری اور غفلت سے یہ نفع اٹھاؤ کہ یکایک ان پر شب خون مارو“

بنوقریظہ نے کہا ”اے کعب! تجھ کو معلوم ہے کہ ہمارے اسلاف اسی دن کی بے حرمتی کی وجہ سے بندر اور سور بنا دیئے گئے پھر بھی تو ہم کو اسی کا حکم دیتا ہے“

الغرض بنوقریظہ نے کعب کی ایک بات کو نہ مانا۔

بالآخر مجبور ہو کر بنوقریظہ اس پر آمادہ ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ جو حکم دیں وہ ہمیں منظور ہے۔

جس طرح خزرج اور بنونضیر میں حلیفانہ تعلقات تھے اسی طرح اوس اور بنوقریظہ میں بھی حلیفانہ تعلق تھا۔ اس لئے اوس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ خزرج کی التماس پر حضور ﷺ نے بنونضیر کے ساتھ جو معاملہ فرمایا اسی طرح کا معاملہ ہماری استدعا پر بنوقریظہ کے ساتھ فرمائیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا فیصلہ تم ہی میں سے ایک

شخص کر دے"

انہوں نے کہا "یا رسول اللہ! سعد بن معاذ جو فیصلہ کر دیں وہ ہمیں منظور ہے"

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کے لئے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ ان کے لڑنے والے مرد قتل کر دیئے جائیں، عورتیں اور بچے قید کر کے باندی اور غلام بنا لئے جائیں اور ان کا تمام مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بے شک تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے"

اس کے بعد تمام بنو قریظہ گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے اور ایک انصاری عورت کے مکان میں انہیں محبوس رکھا گیا، بازار میں ان کے لئے خندقیں کھدوائی گئیں، بعد ازاں دو دو چار چار کو اس مکان سے نکلوایا جاتا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماری جاتیں۔ حیی بن اخطب اور سردار بنو قریظہ کعب بن اسد کی گردن بھی ماری گئی۔ عورتوں میں سوائے ایک عورت کے کوئی قتل نہیں ہوا جس کا جرم یہ تھا کہ اس نے کوٹھے سے چکی کا پاٹ گرایا تھا جس سے خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔(۱)

اس غزوہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی حضرت خالد رضی اللہ عنہ پوری دلیری سے شریک ہوئے اور آپ کے ہاتھوں میں نیزے اٹھائے ہوئے تھے۔

(قصہ ۵۳) ﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نصیحت﴾

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا غزوہ خیبر میں قید کی گئی تھیں، آپ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ اور ان کی ایک کم سن بہن کو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں خیمہ کی طرف بھیج دیا۔ جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ان دونوں کو لے کر خیبر کے مقتولین کے پاس سے گزرے تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی چھوٹی بہن اس ہولناک منظر کو دیکھ کر بہت روئیں۔ سرکار

(۱) غزوہ بنو قریظہ کے تفصیلی واقعہ کے لئے دیکھئے: فتح الباری (۱۱٦/٤)، البدایة والنهایة (۱۲۸/٤)، سیرة المصطفی (۲/۳۲۳ تا ۳۲۹)

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر بہت دکھ ہوا۔ اس لئے جس وقت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو خیمہ میں پہنچا کر واپس تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"بلال! کیا تم نے رحم کو اپنے دل سے نکال دیا ہے؟ کیا تمہیں اس کم سن بچی پر رحم نہ آیا؟ تم اسے مقتولین کے راستہ کی طرف سے کیوں لے کر گئے؟"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

"یارسول اللہ! میں چاہتا تھا کہ حضرت صفیہ کو وہ حالت دکھادوں جو انہیں کوشاق ہو۔ اے اللہ کے رسول! میں معذرت خواہ ہوں، آئندہ ایسا نہیں ہوگا" (۱)

(قصہ ۵۴) ﴿عمرۃ القضاء میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذانیں﴾

حدیبیہ کے معاہدہ کے مطابق سال گزر جانے کے بعد قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ کی اجازت تو دے دی تھی لیکن وہ اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کو وہ سب کچھ کرتا دیکھ رہے تھے جن کے نہ کرنے کے لئے انہوں نے مسلمانوں سے اتنی لڑائیاں لڑیں اور اپنے بڑے بڑے رؤساء اور بہادروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کروایا۔ وہ شدت غیظ وغضب اور حسد وکینہ کی وجہ سے آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ نہ سکے کیونکہ انہی لوگوں نے بدرو احد اور احزاب میں ان کے بڑوں کو خاک وخون میں نہلایا تھا، اس لئے سرداران قریش اور ان کے اشراف مکہ مکرمہ کو خالی کر کے پہاڑوں پر چلے گئے۔ (۲)

معاہدہ حدیبیہ کے مطابق تین روز تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں تین روز تک برابر پانچ وقت کی اذان سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مکہ میں دیتے جس کی آواز مکہ کے

(۱) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، ص: ۱۰۲

(۲) زرقانی (۲/ ۲۵۵)

گلی کوچہ میں گونجتی۔ یہ اسی بلال رضی اللہ عنہ کی اذان تھی جو امیہ بن خلف کا غلام تھا اور امیہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کے باعث ان کو اس قدر اذیتیں دیتا تھا کہ قلم کو تاب نگارش نہیں۔

آج وہی بلال رضی اللہ عنہ اسی سرزمین مکہ میں پانچ مرتبہ بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کی کبریائی، وحدانیت اور عظمت کا اعلان کرتا ہے اور ساتھ ہی سرکار دو عالم ﷺ کی نبوت کا اعلان بھی کرتا ہے اور قریش مکہ پہاڑ کی چوٹی سے ان سب باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اپنے کانوں سے سنتے۔ تین روز کے لئے مکہ مسلمانوں کے لئے خالی کر دیا گیا اور کفار مکہ اس عرصہ میں پہاڑوں میں روپوش ہو کر دبکے ہوئے تھے۔ مسلمان شہر کے ہر گلی کوچے میں چلتے پھرتے اور کوئی شخص ان پر اعتراض نہ کرتا۔ مہاجرین اپنے چھوڑے ہوئے گھروں کو دیکھنے کے لئے انصار کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے جو ان کے ساتھ مکہ میں ایسے ہی گھومتے جیسے وہ بھی یہیں کے رہنے والے ہوں۔ مسلمانوں میں سے ہر ایک کا چلن اسلامی سیرت کا نمونہ تھا۔ بیت اللہ میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ اذان بلالی کو پانچ وقت دن میں سن رہے ہیں، کوئی تنومند، کمزور اور ضعیف بھائی کو سہارا دے کر اٹھا رہا ہے، مال دار محتاج کی مدد کر رہا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ ایک شفیق اور مہربان باپ کی طرح ان کے درمیان آجا رہے ہیں، کسی سے تبسم فرما رہے ہیں، کسی کے ساتھ مسکرا کر بات ہو رہی ہے، کسی کے ساتھ مزاح فرمایا جا رہا ہے۔ قریش یہ سب باتیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے۔ ان لوگوں نے شاید زندگی میں پہلی بار یہ حیرت ناک منظر دیکھا تھا کہ مسلمان نہ تو شراب پی رہے ہیں اور نہ کسی برائی کا ارتکاب کر رہے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کر رہے ہیں۔ جن مناظر میں مخالفین کے لئے جذب و کشش کا یہ سامان ہو ایسے مناظر تکمیل انسانیت کا حسین مرقع ہونے کی وجہ سے دیکھنے والوں کے قلوب پر ضرور اثر کرتے ہیں۔

حویطب بن عبدالعزیٰ جو فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو قریش آپ کے استقبال کے لئے نکلے۔ میں اور سہیل بن عمرو دونوں مکہ میں ٹھہرے تا کہ وقت مقرر ختم ہوتے ہی آپ کو واپس کر دیا جائے۔ چنانچہ میں اور سہیل بن عمرو آگے بڑھے۔ ہم نے کہا: ”آپ کی شرط پوری ہو چکی

ہیں لہٰذا اب یہاں سے نکلو" آپ ﷺ نے اس پر کوئی بات نہیں کی بلکہ آپ نے فوراً سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ایک مرتبہ کعبہ پر کھڑے ہو کر اذان کہہ دیں، کیونکہ شرط میں تھا کہ تین روز تک قیام کر کے چلے جائیں گے۔ چنانچہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کے اس حکم کی تکمیل کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے پرامن طریقہ سے واپس ہوئے۔(۱)

(قصہ ۵۵) "بلال کامیاب ہوئے"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شب معراج میں رسول پاک ﷺ جنت کے پاس سے گزرے، وہاں آپ کو کسی کی آواز سنائی دی، آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا "یہ کس کی آواز ہے؟"

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا "یہ آپ کے مؤذن بلال کی آواز ہے"

جب اللہ کے نبی ﷺ لوگوں میں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا:

((أفلح بلال رأيت له كذا و كذا))

"بلال کامیاب ہوئے، میں ان کے لئے یہ یہ انعامات دیکھ آیا ہوں"(۲)

(واقعہ:۵۶) رسول اللہ ﷺ کے خاص ساتھی

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ اپنے کچھ احباب کا ذکر فرما رہے تھے، اس میں آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو سات خصوصی ساتھی عطا فرمائے لیکن مجھے چودہ خصوصی ساتھیوں سے نوازا ہے، میرے خصوصی اور انتہائی قابل اعتماد ساتھی یہ ہیں، میں (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جو کہ اس حدیث کے

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: فتح الباری (۷/ ۵۰۰)، صحیح مسلم (۱/ ۴۱۲)، زاد المعاد (۲/ ۱۵۲)، سنن الترمذی (۲/ ۱۰۷)، طبقات ابن سعد (۲/ ۸۷)۔

(۲) مسند أحمد، ومن مسند بني هاشم، باب بداية مسند عبد الله بن عباس، رقم: ۲۲۱۰

راوی ہیں)، میرے دونوں بیٹے (یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ) جعفر بن ابی طالب، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، مصعب بن عمیر، بلال بن ابی رباح، سلمان فارسی، مقداد، حذیفہ، عمار اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم" (۱)

(قصہ ۵۷) وفد بنی عامر کی خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو عامر کا وفد حاضر ہوا۔ عامر طفیل اس وفد کا قائد تھا۔ اس نے کہا کہ میرے سامنے سوائے اسلام کے قبول کرنے کے ایک شرط کے سوا اور کچھ نہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ آپ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ آپ اپنے بعد مجھے امیر بنا دیں اور مجھے وبر (شہر) پر حکمران بنا دیں اور مدر (بادیہ) آپ کے قبضہ میں رہے۔ وہ بہت تکرار کے بعد اٹھ کر اپنی میزبان ایک عورت بنی سلول کے ہاں آ گیا۔ اس کو اس کی قوم نے بہت سمجھایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ جبکہ بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی:

"اے اللہ! تو اس کے لئے کافی ہو جا، اے اللہ بنی عامر کو ہدایت نصیب فرما اور ان کے ذریعہ اسلام کو عزت بخش اور آپ کی مراد قبیلہ طفیل سے تھی"

عامر ابھی اس میزبان عورت کے گھر ہی تھا کہ اس کو گردن میں ایک بیماری (طاعون) لاحق ہوئی اور وہ کہتا تھا کہ یہ طاعون اونٹ کی طاعون کی طرح ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی گھر میں ختم کر دیا اس کے ساتھی بہت روئے اور کہا:

"اے اللہ کے رسول! آپ آقا ہیں اور صاحب ثروت ہیں۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ آقا ہے آپ کو شیطان کمزور نہ کرے"

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کتاب مناقب أهل بيت النبي، رقم: ۳۷۲۱، مسند أحمد، رقم: ۱۱۹۸

ابن سعد نے ہشام بن محمد کی سند سے روایت نقل کی ہے کہ بنی عامر کا وفد آیا تو سرکار دوعالم ﷺ سرخ رنگ کے خیمہ میں تھے۔ ہم نے آپ ﷺ پر سلام کہا آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ کون ہیں، ہم نے عرض کیا: "بنو عامر بن صعصعہ" آپ نے فرمایا: "آپ کو مبارک ہو، آپ مجھ سے ہیں اور میں آپ سے"

پھر نماز کا وقت قریب ہوا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لئے کھڑے ہو کر اذان دی اور وہ اذان میں دائیں بائیں رخ کرتے تھے پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک برتن لے کر آئے جس میں وضو کے لئے پانی تھا۔ سرکار دوعالم ﷺ نے وضو کیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا اور پھر اس سے جو بچ رہا اس سے ہم نے وضو کیا۔ پھر کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور سرکار دوعالم ﷺ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا پھر اسی طرح سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور وہ اذان میں گھومتے تھے اور ہم نے دو رکعت نماز رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ادا کی۔ غرض کہ آپ ﷺ کے وضو کا بچا کھچا پانی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے آب حیات تھا جس پر وہ جان دیتے تھے۔ ایک بار سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا وضو کا بچا ہوا پانی نکالا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو جھپٹ لیا۔ (۱)

(قصہ ۵۸) ﴿وفد بنو ثقیف کی آمد﴾

غزوہ حنین کے بعد آپ نے طائف کا محاصرہ کیا لیکن بعض حالات کے پیش نظر آپ کو وہ محاصرہ ترک کرنا پڑا لیکن غزوہ تبوک سے واپسی پر سب سے پہلے اہل طائف نے اپنی اطاعت کا اعلان کیا۔ ہوا یہ کہ اہل طائف کے سردار عروہ بن مسعود ثقفی جو طائف کے محاصرہ کے زمانہ میں یمن گئے ہوئے تھے۔ وہ جب یمن سے واپس آئے تو غزوہ تبوک سے متاثر ہو کر وہ آپ کی خدمت اقدس میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور خود اسلام قبول کر کے اپنی قوم کو مسلمان کرنے کے لئے جلد واپس جانے پر مصر ہوئے۔

---

(۱) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، حکیم محمود احمد ظفر، ص: ۱۳۰۔۱۳۱، بحوالہ المواہب اللدنیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو ثقیف کے بت لات کے بارے میں ان کی عصبیت سے بہت خطرہ تھا اسی وجہ سے آپ نے عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان میں تبلیغ سے منع کرتے ہوئے فرمایا: "اگر تم نے بنو ثقیف میں تبلیغ کی تو کہیں وہ تمہیں قتل نہ کر دیں؟" لیکن سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بارے میں یہ خطرہ نہ تھا کیونکہ بنو ثقیف ان کا بہت احترام کرتے تھے، لہٰذا عرض کیا: "یا رسول اللہ! مجھے تو بنو ثقیف اپنی آنکھ کا تارا سمجھتے ہیں، وہ میری بات ضرور مانیں گے" چنانچہ وہ طائف پہنچے اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ رات کو یاران شہر نے چھپ کر مشورہ کیا کہ عروہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جائے۔ سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ کو ان کے اس مشورہ کے بارے میں کچھ پتہ نہ چلا۔ جب صبح کے وقت سیدنا عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر ثقیف کو نماز کے لئے جمع ہونے کے لئے کہا تو انہوں نے اپنے طے شدہ پروگرام کے تحت ان کا محاصرہ کر کے ان پر چاروں طرف سے تیر برسانا شروع کر دیئے چنانچہ ایک تیر انہیں ایسا لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ کے آخری الفاظ یہ تھے:

> "یہ اسلام خدا کی بخشش ہے جو مجھے عطا ہوئی اور یہ موت شہادت ہے جو میرے مقدر میں تھی، میں بھی انہی شہدا کی طرح ہوں جو قبل ازیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کفار سے برسر پیکار ہوئے اور جام شہادت نوش کیا"

اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرتے ہوئے وصیت فرمائی کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ دفن کیا جائے جو طائف کے محاصرہ میں شہید ہوئے تھے۔

بنو ثقیف نے انہیں شہید تو کر دیا لیکن اب تو سخت پریشان بھی تھے اور پشیمان بھی کہ مسلمانوں کے ہاتھوں ان کا کیا حشر ہوگا، کیونکہ انہوں نے اسلام کے ایک اہم سپوت کو قتل کیا ہے، لہٰذا اب مسلمانوں کے ساتھ مصالحت کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں چنانچہ انہوں نے عبد یالیل اور اس کے ساتھ ثقیف کے پانچ اور نفوس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ یہ دراصل اس دعا کا اثر تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے محاصرہ کے اختتام پر ان کے لئے فرمائی تھی۔

"اے اللہ! بنو ثقیف کو ہدایت فرما اور مسلمان کر کے ان کو میرے پاس بھیج"

ان لوگوں کو مسجد میں خیمہ لگا کر اتارا گیا اور انہوں نے یہ شرطیں پیش کیں:

۱۔ زنا ہمارے لئے جائز ہونا چاہیے کہ ہم میں اکثر غیر شادی شدہ ہیں۔

۲۔ ہماری قوم کو سود کی اجازت ہو۔

۳۔ ہمیں شراب نوشی سے نہ روکا جائے کیونکہ ہمارے ہاں انگور کثرت سے ہوتا ہے۔

لیکن یہ تینوں شرطیں بارگاہ رسالت میں نامنظور ہوئیں۔ وفد کے ارکان میں سے ایک روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں ماہ رمضان میں حاضر ہوئے اور مسلمان بہت مسرور اور خوش ہوئے تھے کیونکہ ہم پر بارہا تبلیغ اسلام کی کوششیں ہو چکی تھی۔ جب ہم مشرف باسلام ہو چکے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو مقرر کیا کہ ہم کو اسلام کی تعلیمات سکھا دیں اور ہم نے اتنے روزے رکھے جتنے باقی رہ گئے تھے۔ ہم افطار کرتے تھے اور سحری کھاتے تھے رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے سیدنا بلال ؓ ہمارے پاس سحری کے وقت تشریف لاتے اور ہم کہتے کہ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ فجر طلوع ہو گئی ہے پھر کہتے کہ رسول اللہ ﷺ سحری میں دیر کر دیتے ہیں۔ پھر افطار کے وقت بھی تشریف لاتے ہم کہتے کہ ہم نے دیکھ لیا کہ سورج بالکل غروب ہو چکا ہے۔ بعد میں کہتے تھے کہ میں تمہارے پاس فوراً آیا ہوں جب سرکار دو عالم ﷺ نے روزہ افطار کر لیا ہے۔ پھر اپنا ہاتھ پیالہ میں ڈال دیتے اور اس سے نکال کر کھاتے۔ جب وہ وفد پورے طور پر اسلام سے واقف ہو گیا تو واپس طائف چلا گیا۔

ان کی واپسی پر سرکار دو عالم ﷺ نے سیدنا ابو سفیان ؓ اور سیدنا مغیرہ ؓ کو بھیجا کہ ان کے صنم اعظم لات کو توڑ آئیں۔ دونوں حضرات بنو ثقیف کی قرابت اور مودت میں دوسروں سے زیادہ قریب تھے۔ ابو سفیان ؓ اور مغیرہ بن شعبہ ؓ دونوں ہاتھوں میں کدالیں لئے لات کے صنم کدہ کی طرف جا رہے تھے تو ثقیف کی عورتیں برہنہ سر چھتوں پر بصد حسرت و یاس ان کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ جونہی انہوں نے لات پر ضرب لگائی تو عورتوں نے نالہ و شیون سے زمین و آسمان ایک کر دیئے لیکن وفد کے معاہدہ کی وجہ سے کسی

نے ان کا ہاتھ پکڑنے کی جرأت نہ کی۔ لات کے چڑھاوے میں جو مال و زر اور زیورات جمع تھے وہ سب لے لئے اور اسے تقسیم کر دیا۔ لات کے انہدام اور اہل طائف کے قبول اسلام کی ہیبت سے حجاز کے باقی قبائل اور خاندان بھی مسلمان ہو گئے اور آپ ﷺ کی سطوت و عظمت کا شہرہ شام میں روم کی دیواروں تک جا پہنچا اور جنوب میں یہ غلغلہ یمن اور حضر موت تک چلا گیا۔(۱)

(قصہ ۵۹) ﴿حضرت مغیرہ ؓ کی دعوت﴾

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے رات کے کھانے میں حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ کی دعوت کی۔ حضرت مغیرہ ؓ کو ایک بھنا ہوا بکری کا بچہ پیش کیا گیا۔ نبی پاک ﷺ چھری کے ذریعے کاٹ کر بھنا ہوا گوشت انہیں کھلا رہے تھے کہ اتنے میں حضرت بلال ؓ حاضر ہوئے اور نبی پاک ﷺ کو نماز کا وقت ہونے کی اطلاع دی، آپ ﷺ نے چھری رکھ دی اور حضرت بلال ؓ سے فرمایا "اللہ تمہارا بھلا کرے"(۲)

نبی پاک ﷺ نے حضرت بلال ؓ سے یہ بات ان کی اصلاح کی غرض سے فرمائی تھی، منشا یہ تھا کہ مہمان کھانا کھا رہے ہیں اب نماز کا وقت ہونے کی وجہ سے وہ کھانا چھوڑ دیں گے اور یہ بات مہمان کے اکرام کے خلاف ہے۔

(قصہ ۶۰) ﴿وفد صداء کی حاضری﴾

جب سرکار دو عالم ﷺ جعرانہ سے آٹھ ہجری میں واپس تشریف لائے تو قیس بن سعد کو یمن کی طرف بھیجا اور حکم فرمایا کہ صداء قوم میں جاؤ۔ تو پس چار سو مسلمانوں نے لشکر کشی کی۔ صداء قوم میں سے ایک شخص آیا اور اس لشکر کشی کے بارے میں سوال کیا اور جب ان کو مسلمانوں کے ارادوں کا علم ہوا تو اس نے جلدی سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر بیان کیا: "حضور! میں ان لوگوں کی طرف سے ایک وفد کی حیثیت سے آیا ہوں جو

---

(۱) زاد المعاد (۳/ ۲۶-۲۸)، سیرۃ ابن ھشام (۲/ ۵۳۷-۵٤۲)

(۲) مسند أحمد بن حنبل، حديث المغيرة بن شعبة، رقم: ۱۷۵۰۲

میرے پیچھے ہیں۔ آپ فوج کو واپس بلالیں"

چنانچہ آپ نے فوج کو واپسی کا حکم دیا گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس پندرہ آدمی آئے اور مسلمان ہوئے اور ان لوگوں کی طرف سے بیعت کی جو قوم میں سے پیچھے رہ گئے تھے پھر وہ اپنے شہر کی طرف واپس چلے گئے اور ان میں اسلام پھیل گیا اور اس قوم کے ایک سو نفوس رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں آ کر ملے۔

طبقات ابن سعد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص جو قوم صداء کی طرف سے آیا تھا وہ زیاد بن حارث صدائی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے اذان کا حکم دیا اور میں نے اذان دی۔ پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تشریف لائے تا کہ اقامت کہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابن صداء نے اذان دی ہے وہی اقامت کہیں گے جس سے استدلال ہوتا ہے کہ جو شخص اذان دے وہی اقامت کہے حتیٰ کہ مؤذن خود اجازت دے دے۔ (۱)

(قصہ ۶۱) مہمانِ رسول ﷺ کی خدمت

رویفع بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ میری قوم ربیع الاول سنہ ۹ ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے اس وفد کو اپنے مکان میں بطور مہمان اتارا۔ وہ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب آپ صبح کے وقت اپنے گھر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ شیخ الوفد ابو الضباب تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور ہم کلام ہوئے۔ سارے وفد نے اسلام قبول کر لیا پھر انہوں نے اسلام کے بارے میں بہت سے سوال کیے جن کا ان کو خاطر خواہ جواب دیا گیا۔ جب وہ واپس اپنی قیام گاہ پر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی وساطت سے ایک بوجھ کھجوروں کا بھیجا جس میں سے انہوں نے کھایا۔ پھر تین روز قیام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلا کر رخصت کیا اور وہ اپنی قوم کی طرف چلے گئے۔ (۲)

---

(۱) طبقات ابن سعد (۱/ ۶۳) (۲) سیرت حلبیہ (۳/ ۲۶۰)

(قصہ ۶۲) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ چاندی تقسیم کرتے ہیں﴾

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری قوم کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھا رہے تھے چنانچہ ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فراغت کا انتظار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تم مسلمان ہو یا مسلمان ہونے آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر تم نے اپنے مسلمان بھائی کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی؟" کہنے لگے کہ جب تک ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت نہ کرلیں ہمارے لئے یہ جائز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سنو! جو کوئی مسلمان ہو چکا ہے وہ مسلمان ہے" پھر انہوں نے کہا کہ "ہم نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی۔ اے اللہ کے رسول! ہم کو قرآن کی تعلیم دیجئے تا کہ ہم اسلام کی تعلیم سے آشنا ہوں"

جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی معرفت ہم سب کو چند وانگ چاندی تقسیم کرنے کا حکم فرمایا حتیٰ کہ ہم مدینہ سے واپس لوٹ آئے۔ (۲)

(قصہ ۶۳) ﴿بام کعبہ پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان﴾

فتح مکہ کے بعد نماز ظہر کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دیں۔ قریش مکہ کے لئے یہ ایک بالکل نئی چیز تھی جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت محمدیہ کا پکار پکار کر اعلان ہو رہا تھا اور وہ بھی کعبہ کی چھت سے جو مکہ میں سب سے اونچی چھت تھی (اس زمانہ میں کسی مکان کی چھت کعبہ کی چھت سے اونچی نہ تھی) یہ اس توحید و رسالت کا اعلان تھا جس کی اہل مکہ گذشتہ بیس سال سے دن رات مخالفت کر رہے تھے اور اسی کی مخالفت میں ان کے بڑے لوگوں نے میدان جنگ میں اپنی جانیں دے دی تھیں۔

---

(۱) طبقات ابن سعد (۱/ ٦٥)

آج اس کا اعلان انہی کے شہر میں ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے ایک غلام کی زبان سے ہو رہا تھا چنانچہ کچھ لوگوں کی رگ حمیت پھڑکی۔ اس وقت ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اسید، خالد بن اسید اور حارث بن ہشام اور دیگر سرداران قریش صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب اور خالد نے کہا "اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ اسید کی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے ہی وہ اس دنیا سے چلا گیا۔ اگر وہ اس دنیا سے نہ اٹھالیا گیا ہوتا تو اسے یہ ناگوار آواز سننی پڑتی"

اس پر حارث بن ہشام بولا: "سنو، خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ حق پر ہیں تو میں ضرور آپ کی اتباع کرتا"

ابوسفیان نے کہا "دیکھو، خدا کی قسم! میں کچھ نہیں کہتا کیونکہ اگر میں نے کوئی لفظ اپنی زبان سے نکالا تو یہ کنکریاں بھی میرے متعلق خبر دے دیں گی"

تھوڑی دیر بعد سرکار دو عالم ﷺ ادھر سے گزرے اور ان تینوں کو اکٹھا بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ ابھی تم لوگوں نے جو باتیں کی ہیں وہ مجھے معلوم ہو چکی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی تمام گفتگو دہرادی۔ یہ سن کر حارث بن ہشام اور عتاب بن اسید بول اٹھے کہ "ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔ خدا کی قسم! کوئی اور شخص ہمارے ساتھ نہ تھا جو اس گفتگو سے باخبر ہوتا اور ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ نے آپ ﷺ کو یہ خبر دی ہوگی"(۱)

(قصہ ۶۴) ﴿حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام﴾

فتح مکہ کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ عنہ جب بام کعبہ پر اذان دے رہے تھے تو قریش کے کچھ نوجوان جن میں سولہ سالہ ابومحذورہ بھی تھے اذان کی نقلیں اتارنے لگے۔ ابومحذورہ بلند آواز اور خوش الحان تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نقل اتارتے دیکھ کر فرمایا کہ پکڑو ان کو، چنانچہ کچھ تو بھاگ گئے اور کچھ بچے پکڑے گئے۔ ان میں ایک ابومحذورہ بھی تھے۔ آپ نے

---

(۱) البداية و النهاية (۴/ ۳۰۳)

ابومحذورہ کی خوش الحانی کے پیش نظر ان کو روک لیا اور باقی بچوں کو چھوڑ دیا۔

ابومحذورہ سمجھنے لگے کہ شاید میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے ابومحذورہ سے فرمایا: ''اذان دو'' انہوں نے بادل نخواستہ اذان دی۔ اذان کے بعد آپ نے انہیں ایک تھیلی عطا فرمائی جس میں کچھ درہم تھے اور سر اور پیشانی پر دست مبارک پھیرا اور پھر سینہ اور شکم پر ہاتھ پھیرا اور یہ دعا دی:

((بارک اللہ فیک و بارک اللہ علیک))

آپ ﷺ کا ان کے سر منہ اور سینہ پر ہاتھ پھیرنا تھا کہ اسلام کے بارے میں ان کی ساری نفرت محبت میں تبدیل ہوگئی۔ قلب آپ ﷺ کی محبت سے لبریز ہوگیا۔ پھر خود ہی عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! مجھ کو مکہ کا مؤذن مقرر فرما دیجئے''

آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے انہیں مکہ مکرمہ کا مؤذن مقرر فرما دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ واقعہ جنگ حنین کی واپسی کا ہے اور اس وقت آپ نے انہیں مکہ کا مؤذن مقرر فرمایا تھا۔ اب گورنر مکہ ۲۱ سالہ اور مؤذن مکہ ۱۶ سالہ۔ سیدنا عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ اپنی وفات تک مکہ کے گورنر رہے اور جس روز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اسی روز ان کا بھی انتقال ہوا۔(۱)

(قصہ ۶۵) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لئے حضور ﷺ کی بشارت﴾

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا جبکہ سرکار دوعالم ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان جعرانہ کے مقام پر قیام پذیر تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایک اعرابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا ''حضور! جو آپ نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا اس کو پورا فرمایئے''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''خوش خبری ہو''

اعرابی نے کہا ''ابشر (خوشخبری) سے بھی کچھ زیادہ ہے''

(۱) أسد الغابة (۳/ ۳۵۸)، تهذيب التهذيب (۷/ ۷۹)، استيعاب (۳/ ۱۵۲)

پھر رسول اللہ ﷺ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کی طرف سے متوجہ ہوئے، چہرۂ اقدس پر غصے کے آثار تھے اور فرمایا "اس شخص نے بشارت کو رد کر دیا ہے" دونوں نے آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی: "یارسول اللہ! ہم نے قبول کیا"

پھر سرکار دو عالم ﷺ نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا۔ اس میں آپ نے اپنا ہاتھ اور چہرہ مبارک دھوئے اور اس میں کلی کی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے کہا کہ "اس میں سے پی لو اور اپنے سینوں پر پانی ڈالو تمہارے لئے خوشخبری اور بشارت ہے" پھر انہوں نے اس پیالہ کو لیا اور ایسا ہی کیا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ سیدہ ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے آواز دی "اپنی ماں (اپنی طرف اشارہ فرمایا) کے لئے بچاؤ جو کچھ تمہارے برتنوں میں ہے"

پھر انہوں نے پانی کا کچھ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا ام سلمہ کے لئے بچالیا۔(۱)

(قصہ ۶۶) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ایک اعزاز﴾

فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دروازہ پر کھڑا کیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اندر سے کعبہ کے دروازہ کو بند کر دیا مبادا ہجوم نہ ہو جائے۔ یہ وہ شرف تھا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہزاروں کے مجمع میں سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ بیت اللہ کے اندر گئے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسری اور آخری دفعہ میں اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بیت اللہ کے اندر گئے۔(۲)

---

(۱) مسلم (۲/ ۲۰۹)

(۲) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی، رقم:۳۸۲، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج وغیرہ، رقم:۲۳۵۸، سنن النسائی، کتاب المساجد، باب الصلاۃ فی الکعبۃ، رقم:۶۸۵، سنن أبی داؤد، کتاب المناسک، باب الصلاۃ فی الکعبۃ، رقم:۱۷۳۰، سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب دخول الکعبۃ، رقم:۳۰۵٤، مسند أحمد، رقم:٤٦٥٧

(قصہ ۶۷) ﴿فدک کا غلہ﴾

ایک مرتبہ چار اونٹوں پر فدک سے غلہ آیا۔ پہلے تو قرض ادا کیا۔ پھر کچھ لوگوں میں تقسیم کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''کچھ بچ تو نہیں گیا؟''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ عرض کیا'' کچھ بچ گیا ہے کیونکہ کوئی لینے والا نہیں''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جب تک دنیا کا یہ مال باقی ہے، میں گھر نہیں جا سکتا''

چنانچہ رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ہی میں بسر کی۔ صبح کو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر خوشخبری سنائی کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مال کے باردوش سے سبکدوش کر دیا ہے یعنی جو کچھ مال و متاع بچا ہوا تھا وہ تقسیم ہو گیا ہے۔ اب کچھ نہیں رہا۔ رسول اللہ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے منہ سے یہ الفاظ سن کر اللہ کا شکر ادا کیا۔(۱)

(قصہ ۶۸) ﴿برنی کھجوریں﴾

ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ برنی کھجوریں جو کہ نہایت عمدہ اور خوش ذائقہ ہوتی ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے پوچھا ''بلال! یہ کہاں سے لائے؟''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! میرے پاس کچھ معمولی کھجوریں تھیں، چونکہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اچھی کھجوریں پیش کروں، اس لئے میں نے دو صاع ردی کھجوریں دے کر اس کے عوض میں ایک صاع اچھی کھجوریں حاصل کر لیں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اف! اف! ایسا نہ کیا کرو، یہ تو عین سود ہے۔ یہ تو عین سود ہے۔ اگر تمہیں خریدنا تھا تو پہلے اپنی کھجوروں کو فروخت کرتے۔ پھر اس کی قیمت سے اچھی کھجوریں خریدتے''(۲)

---

(۱) رواه البيهقي في دلائل النبوه ۱/ ۳۴۹)

(۲) صحيح البخاری(۱/ ۳۱۱)

(قصہ ۶۹) نمازوں کے اوقات

ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور اوقات نماز کے بارے میں آپ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہمارے ساتھ نماز ادا کرو انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا''

پھر سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ انہوں نے اقامت کہی جبکہ فجر طلوع ہو چکی تھی۔ ظہر کی نماز کے لئے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت اس وقت کہی جب سورج زوال میں آ چکا تھا۔ آپ نے ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز ادا کی اور ابھی سورج سفیدی پر ہی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز مغرب کا حکم دیا جبکہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر جب شفق غائب ہو گئی تو سرکار دو عالم ﷺ نے عشاء کا حکم دیا۔ اسی طرح دوبارہ ظہر کا حکم دیا جبکہ ٹھنڈک ہو چکی تھی۔ عصر کا حکم دیا، پھر مغرب کے لئے آخر وقت تک شفق کے غائب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے تک تاخیر کی، اس کے بعد عشاء کی نماز کا حکم دیا جبکہ ایک تہائی رات جا چکی تھی۔

اس کے بعد فرمایا ''وہ سائل کہاں ہے؟'' وہ شخص آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اوقات نماز ان کے درمیان درمیان ہیں۔ (۱)

(قصہ ۷۰) گرمی کی شدت، جہنم کا سانس

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ٹھنڈا ہونے دو''

انہوں نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''ٹھنڈا ہونے دو''

انہوں نے تیسری بار اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھنڈا وقت ہونے دو''

(۱) سنن الترمذی (۱/ ۲۵)

حتیٰ کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا تو آپ ﷺ نے انہیں اذان دینے کی اجازت دے دی اور فرمایا: ”گرمی کی شدت جہنم کے سانس لینے سے ہے“(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں ہوتے تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے اور جب وہ اذان کا ارادہ کرتے تو حضور ﷺ فرماتے کہ ظہر میں ٹھنڈک کرو حتیٰ کہ سایہ زمین پر آ پڑتا۔

(قصہ ۷۱) ﴿رمضان کا چاند﴾

ایک مرتبہ ایک اعرابی آیا اور بیان کیا کہ میں نے ہلال (روزوں کا چاند) دیکھا ہے۔ آپ ﷺ فرمایا ”کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟“

اس نے کہا ”ہاں، یا رسول اللہ!“

جب اس نے اپنے مسلمان ہونے کو ظاہر کیا تو آپ ﷺ نے اس کی گواہی کو قبول فرمایا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو تا کہ وہ روزہ رکھیں۔(۲)

معلوم ہوا کہ گواہ کا عاقل اور بالغ ہونے کے علاوہ مسلمان ہونا بھی ضروری ہے۔

(قصہ ۷۲) ﴿”اللہ ابوبکر پر رحم فرمائے“﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ نے اپنے خصوصی اصحاب کا تذکرہ کیا اور فرمایا:

> ”اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کیا، میرے ساتھ ہجرت کی اور اپنے مال سے بلال کو آزاد

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الابراد بالظهر فی السفر برقم:٥٠٦، صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ برقم:٩٧٦، سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ برقم:١٤٦، سنن أبی داؤد، کتاب الصلاۃ برقم:٣٤٠

(۲) سنن الترمذی (۸۷/۱)

کرایا۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے، وہ ہمیشہ سچی بات کہتے ہیں خواہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہوں، سچ کہنے کی عادت نے انہیں اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ ان کا کوئی دوست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے کہ فرشتے بھی ان سے حیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے وہ جہاں بھی جاتے ہیں حق ان کے ساتھ ہوتا ہے" (۱)

اس فرمان میں نبی پاک ﷺ نے اس بات کو حضرت ابو بکر ﷺ کی بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے کہ انہوں نے حضرت بلال ﷺ کو انتہائی بھاری رقم ادا کر کے آزاد کرایا تھا۔

(قصہ ۷۳) ﴿خانہ کعبہ کی چابیاں﴾

فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد بے شمار لوگ تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا بلال ﷺ کو عثمان بن طلحہ ﷺ کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اس کو جا کر پیغام دو کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ کلید کعبہ لے کر حاضر ہوں۔ یہ کنجیاں صدیوں سے اسی خاندان کی تحویل میں چلی آ رہی تھیں۔ سیدنا بلال ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو عثمان بن طلحہ تک پہنچا دیا۔ عثمان نے کہا: بہت اچھا، اس نے اپنی والدہ سلافہ بنت سعد بن شہید الانصاریہ کے پاس جا کر عرض کی کہ سرکار دو عالم ﷺ نے بیت اللہ کی چابیاں طلب کی ہیں۔ ادھر سیدنا بلال ﷺ نے آ کر عرض کیا کہ چابیاں لے کر عثمان ابھی حاضر ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ بھی لوگوں میں بیٹھ گئے۔ عثمان نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں خود چابیاں لے کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں۔ اس کی والدہ نے کہا: "میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں کہ تو اپنے ہاتھوں سے سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم کی عظیم الشان امانت کو لے جائے، تو ہی مجھے زیادہ عزیز ہے لہٰذا تو ہی لے جا"

عثمان بن طلحہ خود چابیاں لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب مناقب علی بن أبی طالب، رقم: ٣٧١٤

آپ ﷺ کے سامنے یہ امانت پیش کر دی پھر آپ ﷺ نے بیت اللہ کا دروازہ کھولا تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے۔ بعد میں دروازہ بند کر دیا گیا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی وجہ سے دیر ہوگئی۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دروازہ پر کھڑا کر دیا تاکہ لوگوں کو اندر آنے سے روکا جائے۔ جب آپ کے داخل ہوتے ہی لوگوں کا ہجوم ہوگیا تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لوگوں کی گردنوں پر سوار ہوگئے تاکہ اندر جا کر ہادی دو جہاں ﷺ کی اقتدا کی جائے لیکن رسول اللہ ﷺ دیر تک اندر ٹھہرے۔ پھر جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے جو دروازے کے پیچھے کھڑے تھے سوال کیا "آپ ﷺ نے کعبہ میں داخل ہو کر کیا کیا؟"

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "کعبہ میں چھ ستون دو قطاروں میں ہیں۔ قطار اول کے دو ستونوں کے درمیان آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی اور کعبہ کا دروازہ آپ ﷺ کے پیچھے تھا۔ جب آپ اندر گئے تو دیوار آپ ﷺ کے مقابل تھی اور آپ کے اور دیوار قبلہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ جہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھی، وہاں سرخ سنگ مرمر لگا ہوا تھا"

جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو دروازہ بند کر دیا گیا اور خانہ کعبہ کی چابیاں آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھیں جو آپ نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیں۔(۱)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی، رقم:۳۸۲، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول الکعبۃ للحاج وغیرہ، رقم:۲۳۵۸، سنن النسائی، کتاب المساجد، باب الصلاۃ فی الکعبۃ، رقم:۶۸۵، سنن أبی داؤد، کتاب المناسک، باب الصلاۃ فی الکعبۃ، رقم:۱۷۲۰، سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب دخول الکعبۃ، رقم:۳۰۵٤، مسند أحمد، رقم:٤٦٥٧

(قصہ ۷۴) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ، غزوہ حنین میں﴾

عبدالرحمٰن فہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ سخت گرمی کے روز چلے، ایک درخت کے سایہ کے نیچے اترے۔ جب سورج زوال میں آ گیا میں نے اپنی زرہ سنبھالی اور گھوڑے پر سوار ہو کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تھے۔ میں نے کہا: "السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ"

مغرب کا وقت قریب تھا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔ بلال رضی اللہ عنہ ایک کیکر کے درخت کے نیچے تھے۔ آواز سن کر وہ ہوشیار ہوئے گویا اس درخت کا سایہ پرندے کے سائے کی طرح تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ نے آواز دی: "لبیک، یارسول اللہ"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھوڑے پر زین کسو"

انہوں نے فوری طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے پر زین کس دی۔ جس کی دونوں طرفیں کھجور کی چھال کی تھیں۔ اس میں کوئی بڑی شان وشوکت نہ تھی۔

راوی کہتے ہیں کہ جب زین ڈال دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور ہم بھی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے۔ ہم رات کے وقت دشمنوں کے مقابلہ میں صف بستہ ہو گئے۔ (۱)

(قصہ ۷۵) ﴿"میرا موذن بلال"﴾

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کے پاس ان چیزوں سے زیادہ عمدہ کوئی چیز نہ تھی جس کو آپ نے مجھے دے دیا۔ میرا موذن بلال رضی اللہ عنہ اور میری ناقہ جس پر میں نے اور آپ کی صاحبزادی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی، گویا آپ کو میں جنت کے دروازہ پر دیکھتا ہوں کہ آپ میری امت کی شفاعت فرما رہے ہیں" (۲)

---

(۱) طبقات ابن سعد (۳/ ۱۱۳)

(۲) انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (۲/ ۳٤)

(قصہ ۷۶) ﴿حضرت بلال ﷜ کی کھجوروں میں برکت﴾

حضرت عرباض ﷜ فرماتے ہیں میں سفر میں، حضر میں ہمیشہ حضور ﷺ کے دروازے پر پڑا رہتا تھا ایک مرتبہ ہم تبوک میں تھے ہم رات کو کسی کام سے کہیں گئے جب ہم حضور ﷺ کی خدمت میں واپس آئے تو آپ ﷺ بھی اور آپ ﷺ کے پاس جتنے صحابہ ﷢ تھے وہ سب بھی رات کا کھانا کھا چکے تھے۔ حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا آج رات تم کہاں تھے؟ میں نے آپ ﷺ کو بتایا اتنے میں حضرت جعال بن سراقہ اور حضرت عبداللہ بن معقل مزنی ﷜ بھی آگئے اور یوں ہم تین ہو گئے اور تینوں کو بھوک لگی ہوئی تھی۔

حضور ﷺ حضرت ام سلمہ ﷞ کے خیمے میں تشریف لے گئے اور ان سے ہمارے کھانے کے لئے کوئی چیز طلب فرمائی لیکن آپ ﷺ کو کچھ نہ ملا پھر پکار کر آپ ﷺ نے حضرت بلال ﷜ سے فرمایا" کچھ ہے؟"

حضرت بلال ﷜ چمڑے کے تھیلے پکڑ کر جھاڑنے لگے تو ان میں سے سات کھجوریں نکل آئیں۔ حضور ﷺ نے وہ کھجوریں ایک بڑے پیالے میں ڈالیں اور پھر ان پر ہاتھ مبارک رکھا اور اللہ کا نام لیا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم نے وہ کھجوریں کھائیں۔ میں کھجوریں گنتا جا رہا تھا اور ان کی گٹھلیاں دوسرے ہاتھ میں پکڑتا جا رہا تھا۔ میں نے گنا تو میں نے ۵۴ کھجوریں کھائیں تھیں میرے دونوں ساتھی بھی میری طرح ہی کر رہے تھے اور کھجوریں گن رہے تھے انہوں نے پچاس پچاس کھجوریں کھائی تھیں۔ جب ہم نے کھانے سے ہاتھ ہٹائے تو ساری کھجوریں ویسی کی ویسی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا" اے بلال! ان کو اپنے تھیلے میں رکھ لو"

جب دوسرا دن ہوا تو حضور ﷺ نے وہ کھجوریں پیالہ میں ڈالیں اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ ہم دس آدمی تھے ہم نے پیٹ بھر کر وہ کھجوریں کھائیں پھر جب ہم نے کھانے سے ہاتھ ہٹائے تو وہ کھجوریں اسی طرح سات تھیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اپنے رب سے حیا نہ آتی تو ہم سب مدینہ پہنچنے تک یہی کھجوریں کھاتے رہتے۔ حضور ﷺ جب

مدینہ پہنچ گئے تو مدینہ کا ایک چھوٹا سا لڑکا آپ ﷺ کے سامنے آیا آپ ﷺ نے یہ کھجوریں اسے دے دیں وہ کھجوریں کھاتا ہوا چلا گیا۔(۱)

(قصہ ۷۷) ﴿وادیٔ بطحاء میں اذان﴾

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم وادی بطحاء میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ اپنے سرخ رنگ کے خیمے میں تھے اور آپ کے پاس تھوڑے سے لوگ تھے، آپ باہر تشریف لائے اور آپ نے سرخ رنگ کا دھاری دار جوڑا زیب تن فرما رکھا تھا اور آپ کی مبارک پنڈلیوں کی سفیدی مجھے اب بھی یاد ہے گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے وضو فرمایا، اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اذان دی۔ اذان کے دوران جب انہوں نے حی علی الصلوۃ کہا تو اپنے چہرے کو دائیں طرف پھیرا اور جب حی علی الفلاح کہا تو اپنے چہرے کو بائیں طرف پھیرا۔(۲)

(قصہ ۷۸) ﴿اذان کا ثواب﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول پاک ﷺ کے ساتھ تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے لئے اٹھے اور اذان دی، جب وہ خاموش ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من قال مثل هذا يقينا دخل الجنة))

"جو شخص دل کے یقین کے ساتھ یہ کلمات کہے وہ جنت میں داخل ہوگا"(۳)

---

(۱) البداية و النهاية (۶/۱۱۸)

(۲) صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب سترة المصلى، رقم: ۷۷۷، سنن الترمذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في ادخال الاصبع في الأذان عند الأذان، رقم: ۱۸۱، سنن النسائي، كتاب الزينة، باب اتخاذ القباب الحمر، رقم: ۵۲۸۳

(۳) سنن النسائي، كتاب الأذان، باب ثواب ذلك، رقم: ۶۶۸، مسند أحمد، رقم: ۸۲۷۰

(قصہ ۷۹) حضرت بلال رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے موقع پر

حجۃ الوداع کے موقع پر ۸ تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کی طرف رحلت فرمائی۔ تمام قبائل عرب آپ کے ہمراہ تھے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کو سورج کی گرمی اور روشنی سے بچانے کے لئے ایک کپڑے سے سایہ کیے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ وہاں جا کر آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سے ظہر، عصر، مغرب اور عشا اور فجر کی نمازیں ادا کیں پھر مقام عرفات کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ وہاں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ اس وقت آپ کے گرد وپیش ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک دوسری روایت کے مطابق ایک لاکھ چوالیس ہزار انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ آپ عرفات کے وسط میں تشریف لائے اور اپنی ناقہ پر سوار ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو دنیا میں انسانی حقوق کا سب سے پہلا چارٹر ہے اور دنیا اتنی ترقی کرنے کے باوجود اس سے بہتر انسانی حقوق کا چارٹر نہیں دے سکی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

"اے لوگو! میری بات غور سے سنو کیونکہ میں نہیں جانتا شاید اس سال کے بعد اس مقام پر تم سے کبھی مل سکوں۔

اے لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے آج کے دن کی اور اس مہینے ذی الحجہ اور شہر مکہ کی حرمت ہے۔

اے لوگو! جس کسی کے پاس دوسرے کی امانت ہو وہ اس کے مالک کو لوٹا دی جائے۔

جاہلیت کے تمام امور میرے قدموں کے نیچے پامال ہیں اور جاہلیت کے تمام خون معاف اور ختم ہیں اور سب سے پہلے میں ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے کا خون جو ہذیل کے ذمہ ہے معاف

کرتا ہوں (یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا کہ بنو ہذیل نے اسے قتل کر دیا)

جاہلیت کے تمام سود ختم کر دیئے گئے تمہارے لئے اب صرف راس المال ہے، نہ تم ایک دوسرے پر ظلم کرو اور نہ قیامت کے روز تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے۔ سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کا سارا سود ساقط اور باطل کرتا ہوں۔

اے لوگو! اب عرب میں شیطان کی پوجا کبھی نہیں کی جائے گی لیکن اس کی پرستش کے بجائے اگر شیطان کی صرف اطاعت کی گئی تب بھی وہ خوش ہوگا اس لئے دینی امور میں شیطانی وسوسوں کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دو۔

ہاں، عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمہ کے ساتھ حلال کیا ہے۔ یہ بھی جان لو کہ تمہارا بھی تمہاری بیویوں پر حق ہے اور ان کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر مرد یا کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو تم کو اللہ نے اجازت دی ہے کہ ان کی اصلاح کے لئے ان کو اپنی خواب گاہوں سے الگ کر سکتے ہو اور ایسی بڑی سزا دے سکتے ہو جو نشان ڈالنے والی نہ ہو، پھر اگر وہ باز آ جائیں اور تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو قاعدے اور دستور کے مطابق ان کا نان و نفقہ تمہارے ذمہ ہے یقیناً خواتین تمہارے زیرنگین ہیں جو اپنے لئے خود کچھ نہیں کر سکتیں۔

اے لوگو! سب مومن آپس میں بھائی ہیں، کسی کے لئے اس

کے بھائی کا مال لینا اس کی رضامندی اور خوش دلی کے بغیر جائز نہیں
میرے بعد کہیں اس اخوت کو ترک کر کے پھر کافرانہ رنگ ڈھنگ
اختیار کر کے ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنے لگنا۔

میں تمہارے درمیان ایک ایسی شے چھوڑے جا رہا ہوں کہ جب تک
تم اس پر کاربند ہو گے، کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ ہے اللہ کی کتاب اور اس
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اور نہ تمہارے بعد کوئی
اور امت برپا کی جانے والی ہے، لہٰذا اپنے رب کی عبادت میں لگے
رہو، پانچ وقت نماز پڑھتے رہو، رمضان کے روزے رکھتے رہو، خوش
دلی اور رغبت سے اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اپنے رب
کے گھر کا حج کرتے رہو اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرتے رہو
تاکہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہو سکو۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے میراث میں سے ہر وارث کے لئے ایک
حصہ مقرر کر دیا ہے اور ایک تہائی مال سے زائد کی وصیت کرنا جائز
نہیں"

"بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر تولد ہوا اور بدکار کے لئے پتھر ہے"
جس نے اپنے باپ کے بجائے کسی دوسرے کو باپ قرار دیا، یا جس
غلام نے اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کو آقا ظاہر کیا تو ایسے شخص پر اللہ،
اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہے، اس سے
قیامت کے روز کوئی بدلہ یا عوض قبول نہ ہوگا۔

تم لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو بتاؤ تم لوگ کیا کہو
گے؟"

تمام لوگوں نے با آواز بلند کہا: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا،

امت کی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا، حقیقت کے سارے پردے اٹھا دیئے اور اللہ کی امانت کو ہم تک کما حقہ پہنچا دیا"

لوگوں کے منہ سے یہ گواہی کے الفاظ سن کر آپ نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا:

"اللھم اشھد"

"اے اللہ گواہ رہنا"

"سنو لوگو! جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دیں"

جب آپ اس خطبہ سے فارغ ہوئے تو آپ اپنی اونٹنی قصواء سے اتر کر زمین پر فروکش ہوئے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان دی۔ ظہر اور عصر دونوں نمازیں آپ نے ایک ہی وقت میں ادا فرمائیں۔ بعد ازاں حمد و ثنا اور دعا و استغفار میں مشغول ہو گئے۔ اسی اثنا میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾(۱)

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا"

آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ کے ردیف تھے۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ انہوں نے کہا: "یا رسول اللہ! نماز مغرب کا وقت ہو چکا ہے"

آپ ﷺ نے فرمایا "نماز کا موقع آگے آتا ہے"

پھر آپ نے مزدلفہ پہنچ کر قیام کیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم کے مطابق اذان کہی اور پہلی اقامت سے مغرب اور دوسری اقامت سے نماز عشا ادا کیں۔ پھر آپ نے آرام فرمایا حتیٰ کہ فجر طلوع ہوگئی۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اور اقامت سے آپ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی پھر آپ اپنی ناقہ پر سوار ہو گئے۔ وہاں اس وقت سیدنا فضل

---

(۱) المائدة:۳

بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کے ردیف تھے۔ آپ تہلیل و تکبیر کہتے ہوئے منیٰ میں جمرہ کبریٰ کے پاس آئے۔ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو سات کنکریاں چن کر دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہہ کر پھینکیں۔

یہاں سے فارغ ہو کر اپنے خیمہ میں جو آپ کے آنے سے قبل نصب کر دیا گیا تھا، تشریف لائے۔ اس کے بعد آپ قربان گاہ تشریف لے گئے اور اپنی عمر کے بقدر تریسٹھ اونٹ خود اپنے دست مبارک سے قربان کیے اور ۳۷ اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قربان کیے۔ بعد ازاں آپ اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف فرمایا۔ طواف کے بعد نماز ظہر مکہ ہی میں ادا فرمائی۔ اس کے بعد ایام تشریق ۱۱۔۱۲۔۱۳ ذی الحجہ منیٰ ہی میں قیام فرمایا۔ جمرات کو کنکریاں بھی ماریں۔

آپ کے دائیں بائیں دور دور تک لوگوں کا مجمع تھا اور آپ لوگوں کو حج کے مسائل بتا رہے تھے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ناقہ کی مہار تھی اور سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ پر سایہ کیے ہوئے تھے۔(۱)

(قصہ ۸۰) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ وصال رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دیر قبل﴾

وصال سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت نے ابتدا ہی میں شدت اختیار کر لی جیسے جسم کا رواں رواں حرارت کا سوتا بن گیا ہو، لیکن جونہی حرارت میں کمی واقع ہوئی آپ مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی اور اسی طرح ایک سے زیادہ دنوں تک نمازیں پڑھاتے رہے۔ ایک روز نماز عشاء کے وقت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ آپ نے وضو کے لئے پانی مانگا۔ آفتابہ میں جو مٹی یا تانبے کا تھا، پانی لایا گیا۔ جب آپ نے مسجد میں جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہو گئی۔ افاقہ ہوا تو فرمایا کہ میں نماز پڑھاؤں گا۔ عرض کی گئی کہ لوگ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر ہیں۔

---

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب المناسك، باب صفة حجة النبي، رقم:۱٦۲۸، سنن ابن ماجه، كتاب حجة رسول الله، رقم:۳۰٦۵، مسند أحمد، رقم:۱۹۷۷٤

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے لئے پھر پانی طلب فرمایا۔ وضو سے فارغ ہو کر چلنے لگے تو پھر غشی طاری ہو گئی۔ پھر افاقہ ہوا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ "لوگ بہت بے تاب ہیں اور آپ کے منتظر ہیں"

مختصر یہ کہ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا اور آپ پر غشی طاری ہوئی۔ آخر کار ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ "آپ مجھ سے زیادہ اس بات کے حق دار ہیں"

پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر حسب عادت "الصلوٰۃ، الصلوٰۃ، یارسول اللہ!" کہا تو جواب موصول ہوا کہ نماز کی طاقت نہیں رکھتے کہ باہر نکل سکیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ تا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ لوٹے تو آبدیدہ ہو رہے تھے۔

لوگوں نے متحیر ہو کر دریافت کیا کہ "بلال! کیا معاملہ ہے؟"

عرض کیا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھانے کی طاقت نہیں رکھتے" لوگ بہت روئے۔ پھر انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں نماز پڑھانے کی کبھی جرأت نہیں کر سکتا۔ پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ دروازہ پر کھڑے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا: "کیا معاملہ ہے؟" پھر فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے باہر نکل کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

"ابو بکر رضی اللہ عنہ بہت ہی رقیق القلب ہیں، جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ اپنی رقت قلبی کی وجہ سے لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں۔

گے اور بکا اور گریہ کی وجہ سے قرأت نہیں کرسکیں گے، لہٰذا
آپ ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے فرمادیں"

آپ نے تین چار بار یہی فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میری طرف سے کہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہر بار انکار فرمایا اور بالآخر فرمایا: "تم سب یوسف کی سہیلیوں کی طرح ہو، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"(۱)

(قصہ ۸۱) کل کی بات

جناب سلیم گیلانی صاحب نے افسانوی انداز میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری ترتیب دی ہے اس وہ حضرت بلال کی زبانی وصال رسول ﷺ سے کچھ دیر قبل کا واقعہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"میں نے حسب معمول انہیں بیدار کیا، وہ باہر تشریف لائے مگر ان کی حرکات وسکنات میں روزمرہ جیسی چستی نہیں تھی۔ سر درد کی شکایت کررہے تھے، مجھے کہا میں ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دیکھوں کہیں بخار تو نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پیشانی گرم ہے۔ حضور آرام فرمائیں لیکن انہوں نے میرے ساتھ مسجد جانے پر اصرار کیا۔ چلنے لگے تو نقاہت محسوس کررہے تھے۔ میرا بازو تھام لیا میں انہیں اپنے ساتھ لے کر چلنے لگا۔ چلتے چلتے وہ اچانک رک گئے اور کہنے لگے:

"بلال تمہیں یاد ہے جب ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی، اس دن بھی
ہم ایسے ہی چل رہے تھے لیکن اس دن میں نے تمہیں سہارا دیا ہوا تھا"

یہ کہہ کر وہ ہنس پڑے میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا:

"بائیس سال پہلے کی بات ہے"

انہوں نے فرمایا: "نہیں بلال نہیں، کل کی، کل کی بات ہے"(۱)

---

(۱) صحیح البخاری ۱/ ۹۹)

(۱) بلال رضی اللہ عنہ سلیم گیلانی، ص: ۳۵۰

(قصہ ۸۲) ﴿سب سے بہتر اذان﴾

مذکورہ کتاب سے ماخوذ ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمایئے جس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبانی اس واقعہ کو بیان کیا گیا جس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کی شدت کا ذکر ملتا ہے:

"سارا دن بخار تیز ہوتا گیا۔ دوسرے دن صبح اور بھی زیادہ تھا مگر پھر بھی وہ بستر سے اٹھے اور اپنی آواز کی نقاہت اور ہاتھوں کی لرزش کے باوجود امامت فرمائی۔ تیسرے اور چوتھے دن بھی صورت حال ایسی رہی۔ پانچویں دن جب میں نے صبح دروازے پر دستک دی تو دروازہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کھولا۔ چہرے پر بہت پریشانی تھی، ان کے عقب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کراہنے کی آواز آرہی تھی۔ انہیں سانس لینے میں دشواری ہورہی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے ایک بالٹی دی اور ٹھنڈا پانی لانے کے لئے کہا۔

میں بالٹی لیتے ہی دوڑ پڑا۔ ایک کنواں، دوسرا کنواں، تیسرا، چوتھا چھوڑتا ہوا میں اس کنویں پر پہنچ گیا جس کا پانی مدینے میں سب سے ٹھنڈا تھا۔ بالٹی رسی سے باندھ کر جلدی سے کنویں میں ڈالی تو کنویں کی تہہ میں ایک چھپاکا ہوا، مجھے وہ آواز آج بھی یاد ہے۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اس پانی کی ٹھنڈک فوراً ہی حضور کے جسم کی حدت کو ختم کردے گی۔ پانی لے کر جلدی سے واپس گیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کیا۔ میرے پاس اتنا ہی وقت تھا کیونکہ دن چڑھنے سے پہلے مجھے اپنے فرض سے سبکدوش ہونا تھا۔ میں جانتا تھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں اذان کی آواز نہ پڑی تو وہ اپنی بیماری کی تکلیف سے بھی زیادہ تکلیف محسوس کریں گے۔

اذان دے کر میں نے پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے پر دستک دی۔ چہرے کی پریشانی کچھ کم تھی۔ میرے دل کو بھی ذرا اطمینان ہوا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے پیغام دیا ہے کہ آج سے بہتر اذان تم نے کبھی نہیں دی (۱)

() بلال رضی اللہ عنہ، سلیم گیلانی ص:۳۵۱

(قصہ ۸۳) جنت البقیع میں......

سلیم گیلانی کی کتاب کا ایک اور خوبصورت اقتباس ملاحظہ فرمایئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اس رات جب تاریکی گہری ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت البقیع جانے کا ارادہ کیا۔ میں اور علی رضی اللہ عنہ ساتھ ہو لئے، اس خیال سے کہ ضعف کی وجہ سے گر نہ پڑیں، مگر ہم نے دیکھا کہ ان کے قدم نہایت مضبوطی سے پڑ رہے تھے۔ چلتے چلتے وہ قبروں تک پہنچ گئے اور بلند آواز میں فرمانے لگے:

''اے قبر کے رہنے والو تمہیں سلام
خوشی مناؤ تم زندہ لوگوں سے بہتر ہو
وہ صبح جو تمہیں جگاتی ہے
اس صبح سے بہتر ہے
جو زندہ لوگوں کو جگاتی ہے''

گہری تاریکی میں ان کا روئے مبارک مجھے نظر نہیں آرہا تھا مگر ان کے کلمات کا ایک ایک حرف میرے دل پر نقش ہو گیا۔(۱)

(قصہ ۸۴) آخری دیدار

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''بقیع سے واپس تشریف لائے تو انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ گھر میں کتنی رقم ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سوال کا جواب دینے میں زیادہ وقت نہیں لگا فوراً بولیں:

''سات درہم''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) بلال رضی اللہ عنہ، سلیم گیلانی، ص: ۳۵۴

"انہیں بھی خیرات کردو۔ میں اس رقم کے ساتھ اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا"

اس کے بعد وہ صرف ایک بار اور مسجد میں تشریف لائے۔ میرے لئے یہ ان کا آخری دیدار تھا۔ صرف چند گھنٹوں کی زندگی باقی تھی۔ انس رضی اللہ عنہ جو میرے قریب کھڑے تھے، آپ کو دیکھ کر کہا کہ میں نے کبھی ان کا چہرہ اتنا حسین نہیں دیکھا۔ ان کا چہرہ دمک رہا تھا۔ بہت آہستہ آہستہ کلام فرما رہے تھے:

"اگر میری وجہ سے کسی کو کوئی دکھ پہنچا ہو تو وہ مجھے معاف کردے۔

قرآن ہدایت کا سرچشمہ ہے اسے سینے سے لگا کر رکھنا"

جب انہیں سہارا دے کر اٹھایا گیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر چاروں طرف نظر دوڑائی اور فرمایا:

"میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں لیکن یاد رکھنا تمہیں میرے پیچھے آنا ہے"(۱)

(قصہ ۸۵) وصال حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلی اذان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا یہ روح فرسا اور جان گداز واقعہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ بروز پیر چاشت کی کے وقت پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ سال چار دن تھی۔

اہل بیت نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے۔ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کی خبر پھیلی نہیں تھی کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے جذبۂ الفت اور بے ساختگی کے عالم میں مسجد نبوی میں اذان شروع کردی، بلکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں اذان دینے کے لئے کہا۔ جس وقت بلال رضی اللہ عنہ نے زبان سے "اللہ اکبر" کہا تو اہل مدینہ کے دلوں سے نالہ وفغاں کا ایسا شور بلند ہوا کہ آسمان سے پار نکل گیا اور جب آپ کی طرف کھڑے ہو کر "اشھد ان محمداً رسول اللہ" کہا تو افق مدینہ پر غم واندوہ کے بادل چھا گئے اور مسجد نبوی میں آہ وبکا کا ایک کہرام مچ گیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جتنا غم والم نبی اکرم رضی اللہ عنہ کے

(۱) بلال رضی اللہ عنہ سلیم گیلانی، ص: ۳۵۵

غلاموں کو اس دن ہوا، اتنا کبھی نہیں ہوا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کا انتقال ہو چکا تھا اور ان) کا جنازہ ہمارے گھروں میں رکھا ہوا تھا۔ ہم سب ازواج مطہرات جمع تھیں اور رو رہی تھیں اور اس رات ہم بالکل نہ سوئی تھیں۔ ہم آپ کو چارپائی پر دیکھ کر خود کو تسلی دے رہی تھیں کہ اتنے میں آخر شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا گیا اور قبر پر مٹی ڈالنے کے لئے ہم نے پھاوڑوں کے چلنے کی آواز سنی تو ہماری بھی چیخ نکل گئی اور مسجد والوں کی بھی اور سارا مدینہ اس چیخ سے گونج اٹھا۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی تو جب انہوں نے اذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا یعنی اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا تو زور زور سے رو پڑے اور اس سے ہمارا غم اور بڑھ گیا۔ تمام لوگ آپ کی قبر کی زیارت کے لئے اندر جانے کی کوشش کرنے لگے اس لئے دروازہ اندر سے بند کرنا پڑا۔ ہائے وہ کتنی بڑی مصیبت تھی۔ اس کے بعد جو بھی مصیبت ہمارے اوپر آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کے جانے) کی مصیبت کو یاد کرنے سے وہ مصیبت ہلکی ہو گئی۔ (۱)

(قصہ ۸۶) ﴿چھپ گئے آپ کہاں حشر یہ برپا کر کے﴾

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے سامنے چپ چاپ بیٹھے روئے رہتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کا صدمہ انہوں نے اتنا محسوس کیا کہ پاؤں پر کھڑے ہونے کی سکت نہ رہی، گویا کہ سراپا تصویر غم ہو کر رہ گئے۔ ابھی آپ کی تدفین نہ ہوئی تھی کہ اذان کا وقت ہو گیا۔ لوگوں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا کہ حسب معمول اذان دیں گے لیکن بلال رضی اللہ عنہ کو وہ ذات اقدس سامنے نظر نہ آتی تھی، کیسے اذان دیتے، اس لئے انہوں نے اذان دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی اذان نہ دوں گا۔ کیونکہ اب دل فگار میں وہ سکت اور ہمت نہیں رہی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گرامی اتنی اونچی آواز سے لے سکوں۔ پہلے جب ان کا نام لیتا

---

(۱) البداية والنهاية (۵/ ۲۷۶)

تھا تو وہ سامنے نظر آتے تھے، لیکن اب انہیں رخ زیبا لے کر کہاں ڈھونڈوں۔ یہ کہنا تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا اور زار و قطار رونے لگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اس طرح روتے دیکھا تو وہ بھی زار و قطار رسول اللہ ﷺ کی یاد میں رونے لگے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے انکار پر اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابو محذورہ سے استدعا کی کہ وہ اذان دیں۔ چنانچہ انہوں نے اذان دی اور اس کے بعد وہی اذان دیتے رہے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے پھر کبھی اذان نہ دی۔ کیونکہ وہ اندر سے ٹوٹ چکے تھے۔ ان کی ساری صلاحیتیں منجمد ہو گئی تھیں اور جب دل ٹوٹ جائے تو پھر اس کا جڑنا مشکل ہوتا ہے۔ (۱)

ایک طوفان طلب روح میں پیدا کر کے
چھپ گئے آپ کہاں حشر یہ برپا کر کے

(قصہ ۸۷) ﴿سینے سے لگا لو دیوانوں یہ درد بمشکل ملتا ہے﴾

ایک روز سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے نہایت اصرار کے ساتھ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی کی چھت پر چڑھایا، لیکن انہوں نے دیکھا کہ ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ دونوں نے سہارا دیا۔ لیکن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ابھی ''اللہ اکبر'' ہی کہا تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور الفاظ کا در و بست بھول گئے اور اذان نہ کہہ سکے۔ چار مرتبہ اذان شروع کی اور چاروں مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اکثر و بیشتر لفظ محمد (ﷺ) آپ ﷺ کو دیکھ کر ادا کیا کرتے تھے۔ آپ سامنے ہوتے تھے یا پاس ہوتے تھے تو آپ اشارہ سے ان کی رسالت و نبوت کی شہادت دیتے تھے، لیکن اب وہ ذات سامنے نہ تھی اس وجہ سے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا اور ذہن و قلب زبان کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ترس کھا کر ان کو مسجد نبوی ﷺ کی چھت سے نیچے اتار لیا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی مفارقت میں اکثر افسردہ اور غمگین رہتے تھے۔ آپ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے: ''لوگو! تم نے

(۱) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، حکیم محمود احمد ظفر، ص: ۸۸

کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو مجھے ان کا پتا بتادو" یہاں تک کہ آپ مدینہ طیبہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئے۔(۱)

ہر ظرف نہیں ہے اس قابل بن جائے غم جاناں کا امیں
سینے سے لگالو دیوانوں یہ درد بمشکل ملتا ہے

(قصہ ۸۸) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور جہاد کی تیاریاں﴾

حارث بن حسان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سرکار دو عالم ﷺ کی ملاقات کے ارادہ سے نکلے۔ ہم جب مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ لوگوں سے بھری ہوئی تھی جبکہ ایک سیاہ جھنڈا لہرا رہا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کا تصور کیے ہوئے تھا جبکہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہاتھ میں تلوار لئے کھڑے تھے۔

میں نے کہا: "آج کیا معاملہ ہے؟"

جواب دیا "سرکار دو عالم ﷺ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جہاد کے لئے روانہ کرنے کی تیاریاں میں مصروف ہیں"

معلوم ہوا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمراہ ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔(۲)

(قصہ ۸۹) ﴿نگاہِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں مقام بلال رضی اللہ عنہ﴾

رسول اللہ ﷺ کا اس دنیا سے انتقال فرمانا تھا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی دنیا تاریک ہو گئی۔ چنانچہ "لگتا نہیں ہے دل میرا اجڑے دیار میں" والی کیفیت ان پر طاری ہوگئی۔ اگرچہ ظاہری طور پر مدینہ کے در و دیوار اور اس کے باسی اسی طرح تھے، لیکن اس عاشق زار کے لئے اب وہاں کوئی کشش نہ رہی۔ سب کچھ نظر آتا تھا لیکن وہ محبوب رب العالمین جس کے دم قدم سے مدینہ یثرب سے مدینۃ النبی بنا تھا وہ ظاہری طور پر وہاں

(۱) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، حکیم محمود احمد ظفر، ص:۸۹

(۲) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، حکیم محمود احمد ظفر، ص:۱۹۲

موجود نہیں تھا۔

اس صورت حال کے پیش نظر سب سے پہلے آپ فریضۂ اذان کے باردوش سے سبکدوش ہوئے اور اب تہیہ کر لیا کہ مدینہ سے باہر شام میں جہاں کروں گا۔

ایک روز خطبۂ جمعہ میں اٹھ کر خلیفہ رسول ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا "مجھے آپ ﷺ نے خرید کر اللہ کے لئے آزاد کیا تھا یا اپنے آپ کے لئے؟"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بلال! میں نے تجھے اللہ کے لئے آزاد کیا تھا"

عرض کیا "میں نے سرکار دو عالم ﷺ سے سنا ہے کہ مومن کا اصل عمل اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے:

((أفضل الناس مومن يجاهد بنفسه و ماله))

"لوگوں میں افضل وہ مومن ہے جو اپنے مال اور نفس سے جہاد کرے"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: "بلال! تم کیا چاہتے ہو؟"

عرض کیا "میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا "تم جانتے ہو کہ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں اور میری رحلت کا وقت اب قریب ہے لہٰذا تم میری خاطر مدینہ ہی میں رہو۔ میں اللہ سے تمہارے لئے دعا مانگتا ہوں"

ابوبکر رضی اللہ عنہ مزاج شناس تھے، وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مدینہ کیوں چھوڑ رہے ہیں لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے اس خادم خاص کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مدینہ چھوڑنے کی اجازت نہ دی۔ (۱)

(۲) صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب مناقب بلال بن أبي رباح، رقم: ٣٤٧٢

(قصہ ۹۰) ﴿نگاہِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں مقامِ بلال رضی اللہ عنہ﴾

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنا وہی مطالبہ دہرایا جو مطالبہ انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ چنانچہ ابن سعد اور حافظ ذہبی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی وہی بات دہرائی جو انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کو اپنا آقا اور سردار کہتے تھے۔ چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"ابو بکر سیدنا اعتق بلالاً سیدنا"

"ابوبکر ہمارے سردار تھے اور انہوں نے ہمارے سردار بلال رضی اللہ عنہ کو (خرید کر) آزاد کیا"(۲)

اسی احترام کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ مدینہ نہ چھوڑیں، لیکن اب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام جانے کی اجازت دے دی اور وہ شام چلے گئے اور پھر وہیں ان کا انتقال ہوا۔ (۱)

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام تشریف لے جانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے بلال! اذان کے لئے کسے مقرر کروں؟" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا "حضرت سعد (قرظ) کو۔ کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قباء میں اذان دیتے رہے ہیں"

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اذان کے لئے مقرر فرمایا اور یہ فیصلہ کر دیا کہ اس کے بعد ان کی اولاد اذان دے گی۔ (۲)

---

(۱) طبقات ابن سعد (۳/ ۲۳۷)

(۲) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب بلال بن أبي رباح، رقم: ۳٤٧١

(قصہ ۹۱) ﴿بیت المقدس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان﴾

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ جو پہلے ہی سے ملک شام میں شوق جہاد کی وجہ سے مقیم تھے جب آپ کو بیت المقدس کی فتح اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آمد کا علم ہوا تو فرط مسرت سے وہاں حاضر ہو گئے، خصوصیت سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی گئی کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے لئے کہا جائے کیونکہ ان کی اذان کی آواز سنے مدت ہو گئی ہے اور ویسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "سید المؤذنین" فرمایا ہے۔ (۳)

مسلمانوں کی اس خواہش پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بلا کر فرمایا: "بلال! اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے اذان کہنے کی درخواست کرتے ہیں تا کہ عہد نبوت کا نقشہ ایک دفعہ پھر دیکھیں"

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: "امیر المؤمنین! میں عزم کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں دوں گا لیکن آج صرف آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اذان دوں گا، جب اذان دینی شروع کی تو واقعی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھوں کے سامنے پھر عہد رسالت آ گیا اور ہر دل میں رقت طاری ہو گئی۔ ابھی آپ نے "اللہ اکبر، اللہ اکبر" ہی کہا تھا کہ لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور جب اشہد ان محمد أرسول اللہ کہا تو لوگوں میں رونے کی وجہ سے کہرام مچ گیا۔ قریب تھا کہ اللہ کے ذکر سے ان کے قلوب پھٹ جاتے، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اپنی ریش مبارک اشکوں سے تر ہو گئی۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روتے روتے بے تاب ہو گئے اور ان سب سے زیادہ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روتے تھے یہاں تک کہ ان کی ہچکی بندھ گئی اور دیر تک یہی نقشہ جما رہا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر چاہتے تھے کہ اذان کو ادھورا ہی ختم کر دیا جائے لیکن انہوں نے اذان کو مکمل کیا جس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً نماز پڑھائی۔ (۴)

---

(۱) طبقات ابن سعد (۳/ ۱٦٨)، مجمع الزوائد ٥/ ٢٧٤)، سير أعلام النبلاء (١/ ٢٥٧)

(۲) طبقات ابن سعد (٣/ ١٦٨)

(۳) حلية الأولياء (١/ ١٤٧) مستدرك الحاكم (٣/ ٢٨٥)، كنز العمال، رقم: ٣٣١٦٤

(٤) سير أعلام النبلاء (١/ ٣٥٧)

(قصہ ۹۲) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جرأت و بہادری﴾

فتح قیساریہ کے موقع پر جب رومی بادشاہ نے مسلمانوں کے لشکر پر نظر دوڑائی تو اسے اسلامی لشکر بہت زیادہ معلوم ہوا۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامت تھی۔ بادشاہ نے کہا:

"قسم ہے انجیل اور صلیب کی! پہلے تو مسلمان فوج کی تعداد پانچ ہزار تھی لیکن اب تو کئی ہزار معلوم ہوتی ہے۔ میرا والد ان کے حالات کو جانتا تھا۔ میرے لشکر میں زیادہ تر لوگ ارمنی ہیں۔ جب وہ مسلمانوں سے یرموک میں ملا تو دس لاکھ کی تعداد تھی۔ البتہ مجھے ان کے مقابلہ میں نکلنے پر ندامت ہوئی ہے۔ اب میں کوئی نہ کوئی مکر اور حیلہ تلاش کروں گا"

پھر اس نے قیساریہ کے ایک عالم کو اپنے پاس بلایا اور کہا تو اس عرب قوم کے پاس جا کر ان سے کہو کہ بادشاہ کے پاس ایک اپنا فصیح و بلیغ اور بہادر شخص صلح کے بارے میں بات چیت کرنے کے لئے بھیجیں۔ وہ اسی وقت سیاہ لباس اور بالوں کی ٹوپی پہن کر سبز استر پر سوار ہوگیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک صلیب جواہرات سے مرصع تھی۔ وہ مسلمانوں کے لشکر میں آیا۔ اس نے آ کر مسلمانوں سے درخواست کی:

"اے گروہ عرب! مجھے بادشاہ قسطنین نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ اپنا ایک نمائندہ صلح کی مذکرات کے لئے اس کے پاس بھیجیں کیونکہ بادشاہ لڑائی نہیں چاہتا اور وہ اپنے دین کی تعلیم کی وجہ سے خون ریزی، ظلم اور غارت گری کو روا اور جائز نہیں سمجھتا۔ اس لئے آپ حضرات کو چاہیے کہ آپ بھی ہم پر ظلم اور زیادتی نہ کریں اور بادشاہ آپ سے یہ چاہتا ہے کہ آپ اس کے پاس ایک بہت فصیح و بلیغ اور بہادر و جرأت مند آدمی کو مذاکرات کے لئے بھیجیں۔"

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس سفیر کی سب باتوں کو نہایت خاموشی سے سنا۔ پھر

آپ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے اس غیر مختون کے کلام کو سن لیا ہے۔اب کون تم میں سے بطیب خاطر بادشاہ رومی سے جا کر گفت وشنید کرے گا۔سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو جوان روسیاہ، دراز قامت، چہرہ چمک دار، آنکھیں سرخ مثل خون بستہ نے بلند آواز سے کہا "اے عمرو بن العاص! میں اس رومی بادشاہ کے پاس جاؤں گا"

سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بلال! تم کو مفارقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی شکستہ حال کر دیا ہے۔علاوہ ازیں تم حبشی النسل ہو، عرب نہیں ہو۔عرب کا کلام فصیح، مسجع اور مقفیٰ ہوتا ہے"

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: "مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اس کی طرف جانے دیں"

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بلال! آپ نے مجھے بہت بڑا حلف دیا ہے"

چنانچہ آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو عیسائی بادشاہ کے پاس سفیر کی حیثیت سے جانے کی اجازت دے دی اور فرمایا "اللہ سے مدد مانگو تا کہ تم اس سے گفتگو میں خائف نہ ہو اور فصاحت سے کلام کرو اور اسلام کی عظمت کو بیان کرو"

بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "انشاء اللہ آپ مجھے ایسا ہی پائیں گے جیسا کہ آپ مجھے سمجھتے ہیں"

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نکلے۔وہ سرو قد ڈیل ڈول اور فراخ سینہ گویا اہل سطوت میں سے تھے۔ان کی ڈیل ڈول کیھڑائی کو دیکھنے والے خوف کھاتے تھے۔شامی کرتہ پہنے ہوئے اور سر پر عمامہ تھا، تلوار لٹک رہی تھی، توشہ دان شانہ پر تھا اور عصا آپ کے دست مبارک۔اللہ اکبر! کیا شان ہوگی اس حبشی مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ سید المؤذنین کی، جب وہ اس تزک و احتشام سے نکلے ہوں گے۔ان کا مسلمانوں کے لشکر سے نکلنا ہی تھا کہ اہل قیساریہ نے فوراً اپنی ہتک اور حقارت مسلمانوں کی طرف سے سمجھ لی۔کیونکہ ان کے کہنے کے باوجود بھی مسلمانوں نے ایک حبشی غلام کو سفیر بنا کر شاہ روم کے پاس بھیجا۔رومی یہ سمجھنے لگے کہ مسلمان ہمیں حقیر سمجھتے ہیں اور ہم ان کی آنکھوں میں حقیر

ہو گئے ہیں۔

ان لوگوں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ واپس تشریف لے جائیں کیونکہ ہمارا بادشاہ ہمارا کسی سردار سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ آپ سردار نہیں ہیں لہٰذا آپ کسی سردار کو بھیجیں جو بادشاہ سے گفتگو کرے۔ اس پر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں بلال بن حمامہ رضی اللہ عنہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ (سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے باپ کا نام رباح تھا لیکن وہ کبھی کبھی اپنے کو بلال بن حمامہ بھی کہتے تھے کیونکہ حمامہ آپ کی والدہ کا نام تھا) تمہارے بادشاہ کو میں نہایت خوش اسلوبی سے اس کے سوالوں کا جواب دے سکتا ہوں'' یہ سن کر انہوں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ ذرا ٹھہریئے ہم بادشاہ کو اطلاع کرتے ہیں''

بادشاہ کو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کی اطلاع دی گئی کہ ''عرب فوج نے ایک غلام کو آپ سے گفت وشنید کے لئے بھیجا ہے۔ انہوں نے اس وجہ سے ایسا کیا ہے کہ ہم ان کو ضعیف اور کمزور معلوم ہوتے ہیں''

وہ غلام دراز قامت، بھاری ڈیل ڈول کا حامل ہے اور اپنا نام بلال بن حمامہ بتاتا ہے۔ قسطنطین کو سنتے ہی ایک خاص قسم کا خوف لاحق ہو گیا۔ اس نے کہا ''آپ واپس جایئے اور ان سے کہیئے کہ بادشاہ نے سردار کو طلب ا ہے نہ کہ غلام کو''

چنانچہ آپ کو مترجم نے آکر بادشاہ کا پیغام سنا دیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ شکستہ دل ہو کر واپس آ گئے اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو پورا واقعہ سنا دیا۔

اس موقع پر آپ کا بے نیل مرام آنا بظاہر تنقیص معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر گہری نگاہ سے دیکھا جائے تو بقول واقدی یہ قسطنطین کی تنقیص ہے اور آپ کی عزت کو چار چاند لگ گئے کہ رومیوں کے بادشاہ پر ایک حبشی النسل صحابی رسول اللہ زیادہ عزت رکھتا ہے اور ان کو بھی یہی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے دلوں سے ہماری عزت وتوقیر اٹھ گئی ہے، مگر اسلام میں تو غلام اور بادشاہ، محمود اور ایاز

دونوں برابر ہیں۔ ان میں اور کوئی تمیز نہیں جس کا نصاریٰ پر بہت اثر ہوا اور انہوں نے آپ کو واپس کر دیا۔

اب سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں خود جاؤں گا۔ یہ سن کر فوج کے دوسرے افسران اور سپاہیوں نے کہا کہ آپ فوج کو کس پر چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے خوب تیاری کی اور وہاں پہنچے۔ بادشاہ نے بہت کوشش کی کہ آپ مسند پر بیٹھیں لیکن آپ یہ کہہ کر زمین پر بیٹھ گئے کہ زمین اللہ کی ہے۔ آپ چارزانوں ہو کر زمین پر بیٹھ گئے۔ نیزے کو آگے اور تلوار کو زانو پر رکھ لیا۔ پھر دونوں میں سوال وجواب شروع ہوئے۔ آپ نے قسطنطین کے سوال پر اپنا نام ونسب بتایا۔

اس پر قسطنطین نے کہا "اگر آپ عرب سے ہیں تو ہم روم سے ہیں، گویا ہم میں قربت ہے اس لئے ان لوگوں کو جن کو باہمی قربت حاصل ہے آپس میں خون ریزی نہیں کرنی چاہیے"

اس پر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "اسلام ان سے قرابت روا رکھتا ہے جو مسلمان ہیں، خواہ باپ ہی کیوں نہ ہو اگر وہ مسلمان نہیں تو نسب منقطع ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ جنگ وقتال جائز ہے، اس لئے ہمارا اور آپ کا نسب ایک نہیں ہو سکتا"

بادشاہ نے بہت سے دلائل پیش کیے لیکن انہوں نے ایک نہ مانی۔

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان کو نصیحت کرنی شروع کی اور کہا "تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور اس نے تمہارے مطلوب کو نزدیک کر دیا ہے۔ اگر تم کو اپنے شہروں کی خیر منظور ہے تو تم کو چاہیے کہ مسلمان ہو جاؤ اور ہمارے قول کے مطابق ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرو اور کہو:

"لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ"

قسطنطین نے کہا: "ہم نصرانیت کو نہ چھوڑیں گے اور اپنے آباء واجداد کے دین پر رہیں گے"

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''اگر تم اسلام کو نا قابل تقلید اور نیچا جانتے ہو تو پھر ہم کو جزیہ ادا کرو''

اس نے اس سے بھی انکار کیا، ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ رومی لوگ اس بارے میں میری اطاعت نہیں کریں گے کیونکہ میرے والد نے پہلے بھی ان سے جزیہ کے لئے کہا تھا تو وہ اس کو مارنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ پھر آپ نے بادشاہ کو کہا کہ اگر یہ دونوں چیزیں تمہیں منظور نہیں تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی یعنی جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور اللہ ہی غالب ہے۔ اور حسب ونسب کی قرابت کے بارے میں بہت سی گفتگو ہوئی، مگر سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک نہ مانی اور فوراً سوار ہو کر اپنے لشکر میں واپس آ گئے اور لڑائی کا میدان گرم ہو گیا۔ دونوں طرف سے گھمسان کا رن پڑا اور رومی تنگ آ گئے اور مغلوب ہونے لگے تو بھاگنے کی کوشش کرنے لگے چنانچہ رات بھر طلوع آفتاب سے قبل رومیوں کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ بہت سے واقعات کے ظہور کے بعد جو اس لڑائی میں پیش آئے رومی دل برداشتہ ہو کر مع اپنے بادشاہ قسطنطین کے فرار ہو گئے۔

جب اہل قیساریہ نے مسلمان فوجوں کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی اور مسلمان فوجیں نہایت تزک واحتشام کے ساتھ قیساریہ میں داخل ہو گئیں۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حسب ہدایت امیر المومنین پر شخص ہر چار دینار جزیہ لگا دیا اور وہاں یاسیل بن عون بن سلمہ کو حاکم بنا دیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہو چکے تھے۔

قیساریہ کی یہ فتح بروز بدھ ماہ رجب سنہ ۱۹ھ کو ہوئی اور فتح قیساریہ کے بعد تمام شام مکمل طور پر مسلمانوں کے زیر نگیں ہو گیا۔ (۱)

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، حکیم محمود احمد ظفر، ص: ۲۱۰ تا ۲۱۷

(قصہ ۹۳) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آخری اذان﴾

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ایک عرصہ تک ملک شام میں مقیم رہنے کے بعد ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

"بلال! یہ خشک زندگی کب تک؟ کیا تمہارے لئے وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کرو"

اس خواب نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو تڑپا کے رکھ دیا۔ اس خواب سے گذشتہ زندگی کے پر لطف افسانے کوزۂ ذہن میں اٹھکیلیاں کرنے لگے۔ عشق و محبت کے مرجھائے ہوئے زخم پھر ہرے ہو گئے۔ اسی وقت مدینہ طیبہ کی راہ لی اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا اور مضطربانہ جوش و محبت کے ساتھ مدینہ کے لوگوں اور خصوصی طور پر جگر گوشگانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے سینے سے چمٹا چمٹا کر پیار کر رہے تھے۔

مدینہ کے لوگوں نے بہت خواہش کی کہ بلال! آپ اتفاقاً تشریف لائے ہوئے ہیں، آج ایک اذان دے دیں تاکہ زمانۂ رسالت کی کچھ بہار نظر آ جائے، لیکن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہنے سے یک قلم انکار کر دیا۔ آخر رسول یعنی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "چچا! آج صبح کی اذان آپ دیں"

اگرچہ وہ ارادہ فرما چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کے بعد اذان نہیں دیں گے، لیکن ان دونوں شہزادوں کی فرمائش نہ ٹال سکے۔ صبح کے وقت مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر جونہی نعرۂ تکبیر بلند کیا تو تمام مدینہ گونج اٹھا۔ اس کے بعد نعرۂ توحید نے اس کو اور بھی پر عظمت اور پر جلال بنا دیا، لیکن جب "أشهد أن محمدا رسول الله" کا نعرہ بلند کیا تو عورتیں تک بے قرار ہو کر پردوں سے نکل پڑیں۔ تمام عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔

بتایا جاتا ہے کہ مدینہ میں ایسا پر اثر منظر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ لوگوں کی آنکھوں

کے سامنے سرکار دو عالم ﷺ کا زمانہ پھر گیا۔ لوگ کہنے لگے کہ شاید رسول اللہ ﷺ پھر مبعوث ہو گئے ہیں اور جس قدر اہل مدینہ اس روز روئے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اس سے زیادہ کبھی نہیں روئے۔(۱)

(قصہ ۹۴) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ذکر، قرآن مجید میں﴾

قرآن حکیم میں اگرچہ ظاہری طور پر آپ کا نام لے کر تو آپ کے فضائل نہیں آئے لیکن بعض آیات کے شان نزول کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ وہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾(۲)

"اور لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہے جو اللہ کی رضا جوئی کے بدلہ میں اپنی جان کو فروخت کر دیتا ہے"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے واقعی اسلام قبول کرنے سے قبل عذاب جھیلے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ چھ آدمی تھے۔ مشرکین کہتے تھے کہ ہم آپ سے کسی طرح الگ ہو جائیں مگر الگ کرنے کی جرأت نہ رکھتے تھے، ان چھ آدمیوں میں میرا نام بھی تھا اور میرے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ، ایک شخص بنی ہذیل میں سے اور دو اشخاص کے نام میں بھول گیا ہوں، ہمارے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ (۳)

---

(۱) سیر أعلام النبلاء (۱/ ۳۵۸)، أسد الغابة (۱/ ۲٤٥)

(۲) البقرة: ۲۰۷

(۳) الأنعام: ۵۲

''اور نہ دور کر ان کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام اور چاہتے ہیں اس کی رضا''(۱)

(قصہ ۹۵) ﴿خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا﴾

ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ نے ان کو اپنی مسند پر بٹھالیا اور فرمایا ''کرۂ ارضی پر اس مسند کا سوائے ایک شخص کے اور کوئی زیادہ اہل نہیں''

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا وہ شخص جو اس مسند کا سب سے زیادہ اہل ہے ''کون ہے؟''

آپ نے فرمایا: ''وہ شخص بلال رضی اللہ عنہ ہے''

پھر سیدنا خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''امیر المومنین! وہ مجھ سے زیادہ حق نہیں رکھتے کیونکہ مشرکین میں بلال رضی اللہ عنہ کے لئے تو وہ ذات بھی کم نہ تھی کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرتا تھا جب کہ میرے لئے کوئی بھی نہ تھا جو میری حفاظت کرتا۔ بے شک میں نے ایک روز دیکھا کہ لوگوں نے مجھے پکڑا، میرے لئے آگ جلائی اور مجھے اس میں پھینک دیا۔ پھر ایک شخص نے میرے سینے پر اپنا پاؤں رکھا اور میں زمین کی ٹھنڈک تک کو بھی نہیں پا سکا کہ جس سے میں اپنی پیٹھ کو سہارا دیتا''

پھر سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے اپنی پشت کو کھول کر دکھایا تو واقعی وہ جلنے کی وجہ سے برص کی طرح تھی۔(۲)

ستم ہے عشق کی آتش کو مثل موج ہوا
خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

---

(۱) صحیح مسلم، رقم: ۲۴۱۳، ۶۱۲۴، سنن ابن ماجه، رقم: ۴۱۲۸، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم: ۸۲۲، تاریخ ابن عساکر (۳/ ۳۰۵)

(۲) طبقات ابن سعد (۳/ ۱۱۷)

(قصہ ۹۶) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ دربار فاروقی رضی اللہ عنہ میں﴾

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر کچھ لوگ آئے جن میں حضرت سہیل بن عمرو، حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہم اور قریش کے بہت سے بڑے سردار تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دربان باہر آیا اور حضرت صہیب، حضرت بلال اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم جیسے بدری صحابہ کو اجازت دینے لگا۔ اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بدری تھے اور بدریوں سے بڑی محبت کرتے تھے اور ان کا خاص خیال رکھنے کی اپنے ساتھیوں کو تاکید کر رکھی تھی۔

یہ دیکھ کر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا "آج جیسا دن تو میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ یہ دربان ان غلاموں کو اجازت دے رہا ہے اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں دیکھتا ہی نہیں ہے" یہ صورت حال دیکھ کر حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ جو کہ بڑے اچھے اور سمجھدار آدمی تھے، فرمانے لگے:

"اے لوگو! میں تمہارے چہروں پر ناگواری کے اثرات دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم نے ناراض ہونا ہی ہے تو اپنے اوپر ناراض ہو۔ ان لوگوں کو بھی دعوت دی گئی تھی اور تمہیں بھی دعوت دی گئی تھی انہوں نے دعوت جلدی مان لی تم نے دیر سے مانی۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم تم (امیر المومنین) کے اس دروازے میں ایک دوسرے سے زیادہ حرص کر رہے ہو اور یہ دروازہ تمہارے لئے آج کھلا بھی نہیں تو اس دروازے کے ہاتھ میں نہ آنے سے زیادہ سخت تو (دعوت اسلام کو قبول کر لینے اور دینی محنت میں لگنے کی) فضیلت سے محروم ہونا ہے جس فضیلت کی وجہ سے وہ تم سے آگے نکل گئے ہیں اور یہ لوگ جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو تم سے آگے نکل گئے ہیں اور اللہ کی قسم! تم سے آگے بڑھ کر انہوں نے جو درجہ پالیا ہے اب تم وہ کسی طرح حاصل

نہیں کر سکتے ہو لہٰذا اب تم جہاد کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس میں مسلسل لگے رہو۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جہاد اور شہادت کا مرتبہ نصیب فرمادے۔"

پھر حضرت سہیل بن عمرو کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑے ہوئے اور (جہاد کے لئے) ملک شام چلے گئے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا، اللہ کی قسم! جو بندہ اللہ کی طرف (چلنے میں) جلدی کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ دیر کرنے والے کی طرح نہیں بناتے"(۱)

(قصہ ۹۷) ﴿راہِ خدا میں مال خرچ کرو!﴾

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ دن کے شروع حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور ننگے پاؤں اور دھاری دار اونی چادریں اور جبہ پہنے ہوئے تھے اور تلواریں گردنوں میں لٹکا رکھی تھیں۔ ان میں سے اکثر لوگ قبیلہ مضر کے تھے بلکہ سارے ہی لوگ مضر کے تھے۔ ان کے فاقہ کی حالت دیکھ کر آپ کے کا چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ پھر آپ گھر تشریف لے گئے (کہ شاید وہاں ان کے لئے کچھ مل جائے لیکن وہاں بھی کچھ نہ ملا یا آپ نماز کی تیاری کرنے گئے ہوں گے) پھر باہر تشریف لا کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ انہوں نے پہلے اذان دی (ظہر یا جمعہ کی نماز تھی) پھر اقامت کہی۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ پھر بیان فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُم مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ (۲)

(۱) حياة الصحابة (۱/ ۶۰۲)

(۲) النساء: ۱

"اے ایمان والو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان
سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت
مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم
ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو اور رشتہ داروں کی حق تلفی
سے ڈرو یقین رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے"

اور سورۂ حشر میں ہے:

﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ (۱)

"اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت)
کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے"

آدمی کو چاہئے کہ اپنے دینار، درہم، کپڑے، ایک صاع گندم اور ایک صاع کھجور میں سے کچھ ضرور صدقہ کرے، حتیٰ کہ آپ نے فرمایا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو تو اسے ہی صدقہ کر دے (یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کے پاس زیادہ ہو صرف وہی صدقہ کرے بلکہ جس کے پاس تھوڑا ہے وہ بھی اس میں سے خرچ کرے)۔

حضور ﷺ کی اس ترغیب کو سن کر ایک انصاری ایک تھیلی لے کر آئے (وہ اتنی وزنی تھی کہ) ان کا ہاتھ اسے اٹھانے سے عاجز ہونے لگا بلکہ عاجز ہو ہی گیا تھا۔ پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا (اور لوگ بہت سامان لائے) حتیٰ کہ میں نے غلہ اور کپڑے (اور درہم و دینار) کے دو بڑے ڈھیر دیکھے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ انور (خوشی سے) ایسے چمک رہا ہے کہ گویا کہ آپ کے چہرے پر سونے کا پانی پھیرا ہوا ہے (اس کام کی فضیلت سناتے ہوئے) حضور ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرتا ہے تو اسے اپنا اجر ملے گا
اور اس کے بعد جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان سب کے

(۱) الحشر: ۱۸

برابر اسے اجر ملے گا اور ان کے اجر میں سے کچھ کم نہیں ہوگا اور جو اسلام میں برا طریقہ جاری کرتا ہے تو اسے اپنا گناہ ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان سب کے برابر گناہ اسے ملے گا اور ان کے گناہ میں سے کچھ کم نہیں ہوگا"(۱)

(قصہ ۹۸) ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے محبت﴾

حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں جب عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے تو ان کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا "اے عمر! اے عمر!"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ عمر حاضر ہے" (کہو کیا کہتے ہو؟)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا "آپ ان لوگوں کے اور اللہ کے درمیان واسطہ ہیں لیکن آپ کے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں ہے۔ آپ کے سامنے اور دائیں بائیں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں آپ ان کو اچھی طرح دیکھیں کیونکہ اللہ کی قسم! یہ سب جتنے آپ کے پاس آئے ہوئے ہیں یہ صرف پرندوں کا گوشت کھاتے ہیں"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "تم نے ٹھیک کہا ہے اور جب تک یہ لوگ مجھے اس بات کی ضمانت نہیں دیں گے کہ وہ (اپنے لشکر کے) ہر مسلمان کو دو مد (پونے دو سیر) گندم اور اس کے مناسب مقدار میں سرکہ اور تیل دیا کریں گے اس وقت تک میں اس جگہ سے نہیں اٹھوں گا"

سب نے کہا "اے امیر المومنین! ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں۔ یہ ہمارے ذمہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مال میں بڑی کثرت اور وسعت عطا فرما رکھی ہے"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا پھر ٹھیک ہے (اب میں مجلس سے اٹھتا ہوں اور آپ لوگ جا سکتے ہیں) (۲)

---

(۱) صحیح مسلم برقم:۲۳۴۸، سنن النسائی برقم:۲۵۵۳، سنن ابن ماجہ برقم: ۲۰۳، مسند أحمد (۴/ ۳۵۵)، الترغیب و الترھیب (۱/ ۵۳)

(۲) کنز العمال (۲/ ۳۱۸)

(قصہ ۹۹) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خطبہ جہاد﴾

حضرت عمرو بن مرداس فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شام آیا تو وہاں میں نے موٹے ہونٹ اور چپٹی ناک والے ایک آدمی کو دیکھا جس کے سامنے ہتھیار پڑے تھے۔ وہ لوگوں میں یہ بیان کر رہے تھے:

"یا أیھا الناس خذوا من ھذا السلاح واستصلحوہ و جاھدوا فی سبیل اللہ عزوجل"

"اے لوگو! یہ ہتھیار اٹھالو، انہیں درست کرو اور اللہ رب العزت کے راستہ میں جہاد کرو"

حضرت عمرو کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔(۱)

(قصہ ۱۰۰) ﴿شب قدر﴾

ایک مرتبہ ابو الخیر مرثد بن عبداللہ نے عبدالرحمٰن بن عسیلہ سے پوچھا کہ آپ نے کب ہجرت کی، انہوں نے بتایا کہ ہم یمن سے ہجرت کر کے نکلے تھے، جب ہم مقام جحفہ میں پہنچے تو ایک سوار سے ملاقات ہوئی، میں نے اس سے پوچھا "کوئی خبر ہے؟" اس نے بتایا کہ ہم نے پانچ دن قبل نبی کریم ﷺ کے جسد مبارک کو مٹی میں اتارا ہے"

ابو الخیر نے پوچھا "کیا آپ نے شب قدر کے بارے میں کچھ سنا ہے؟"

انہوں نے بتایا "مجھے رسول اللہ ﷺ کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی ساتویں رات کو ہوتی ہے" (۲)

---

(۱) مسند أحمد، باقی مسند الانصار، باب حدیث بلال برقم: ۲۲۷۷۷

(۲) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی لسامة بن زید۔ رقم الحدیث: ۴۱۱۰

(قصہ ۱۰۱) ﴿حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا سفر آخرت﴾

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی زندگی کے مختلف ادوار تھے اور اپنی زندگی میں انہوں نے مختلف کام کیے۔ کبھی قریش کی بکریوں کے راعی بنے، کبھی کاشانہ نبوت کے منتظم اعلیٰ، کبھی نبوت کے رفیق سفر و حضر، کبھی شاہ قسطنطین کے دربار میں نیابت اسلام کا فریضہ ادا کیا۔ یہ سب اسلام کی امتیازی اور خصوصی برکتوں کا نتیجہ تھا۔ اسی کے بارے میں علامہ اقبال رحمہ اللہ نے فرمایا:

چمک اٹھا جو ستارہ تیرے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی ہے اس سے تیرے غم کدے کی آبادی
تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا سے روپوش ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے قیامت کبریٰ تھی۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے مدینہ سے دمشق رحلت فرمائی۔ وہاں کچھ عرصہ جہاد کیا اور پھر دمشق کو اپنی مستقل قیام گاہ بنایا۔ اور بالآخر سنہ ۲۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (۱)

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی زبان پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں سے ملاقات کی خوشی کی بنا پر یہ کلمات جاری تھے:

غداً نلقى الاحبة
محمداً و حزبه

"کل ہم اپنے دوستوں سے ملاقات کریں گے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں اور گروہ سے"

جب آپ کا انتقال ہو رہا تھا تو آپ کی اہلیہ محترمہ "واویلاہ!" کہہ رہی تھیں جس کا معنی ہے ہائے میرے غم کا کوئی ٹھکانہ نہیں اور آپ خوشی سے کہہ رہے تھے۔ "وافرحاہ" یعنی

---

(۱) سیر أعلام النبلاء (۱/ ۳۵۹)

میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

بعض روایات میں آپ کا سن وفات ۲۱ھ بتایا گیا ہے لیکن زیادہ صحیح ۲۰ھ ہے جس میں اسلام کے سب سے پہلے مؤذن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی جس نے اپنے نغمۂ توحید سے حجاز کی چوٹیوں سے کل عالم میں روح اسلام پھونک دی۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ بعض روایات میں ۶۷ یا ۷۰ سال بتائی گئی لیکن زیادہ اتفاق ۶۳ سال پر ہے۔ اس میں ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کا انتقال بھی ۶۳ سال کی عمر میں ہوا تھا۔ اس کی تائید حافظ ابن عبد البر نے بھی استیعاب میں کی ہے۔ اسد الغابہ میں بھی یہی ہے۔(۱)

(۱) أسد الغابة (۲۰۹/۱)

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, N. Delhi-2
Phones : 011-23289786, 011-23289159 Fax: 011-23279998
E-mail : farid@ndf.vsnl.net.in • Website : faridbook.com

Rs. 50/-